مکتوبات معصومیہ

اردو ترجمہ

یعنی

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عُروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہٗ
کے مکتوبات قدسی آیات کے

دفتر دوم کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحؒ

(جملہ حقوق بحق "ادارۂ مجددیہ" محفوظ ہیں)

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب

مکتوبات معصومیہ

اردو ترجمہ

یعنی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہٗ کے
مکتوبات قدسی آیات کے

دفتر دوم کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی
مؤلف: عمدۃ الفقہ، زبدۃ الفقہ، عمدۃ السلوک اور حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہ

باہتمام
جناب محمد حسین صاحب کاپڑیا - ۱۳۹ لکشمی داس سٹریٹ - کراچی ۲

۱۳۹۹ھ ناشر ۱۹۷۹ء
ادارۂ مجددیہ
۲/۵، ایچ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

قیمت

مطبوعہ: احمد برادرس پرنٹرس، ناظم آباد، کراچی

فہرست مضامین

صفحہ

مقدمہ : از مترجم ۱۳

دیباچہ : از مرتب ۱۵

مکتوب ۱ : مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و حقیقتِ کعبہ ربانی کے متعلق اُن کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت سے متعلق توضیحات اور جو کچھ اُن کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۱

مکتوب ۲ : مولانا حسن علی کے نام اُن کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجدد الفِ ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔ ۲۷

مکتوب ۳ : خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھا نیز کمالاتِ نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۸

مکتوب ۴ : میرزا ہادی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبتِ فنا کے حصول پر ترغیب اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹

مکتوب ۵ : سلطانِ وقت کے نام فنائے قلب و فنائے نفس اور مواعظ و نصائح پر مشتمل حدیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۰

مکتوب ۶ : خواجہ محمد حنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳

مکتوب ۷ : خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۳۴

مکتوب ۸ : حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طریقۂ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواعظ و نصائح تحریر فرمایا۔ ۳۵

مکتوب ۹ : غلام محمد فاروق کے نام واقعۂ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفسار کے جواب میں جو حدیث لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔ ۳۶

مکتوب ۱۰ : خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیرِ آفاقی جو کہ مقاماتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں سیرِ انفسی کے ضمن میں اجمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفس سے باہر چلا جاتا ہے اور انفس و آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔ ۳۷

مکتوب ۱۱: شمشیر خاں کے نام نفسِ امارہ کی مخالفت پر تحریض اور اہلِ سنت وجماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکانِ خمسہ کی بجا آوری اور طریقۂ صوفیہ کے سلوک پر ترغیب اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۳۹

مکتوب ۱۲: محمد صالح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۳

مکتوب ۱۳: خواجہ محمد حنیف کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور شیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبطِ اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۴

مکتوب ۱۴: شیخ عبدالکریم کابلی کے نام اُس خط کے جواب میں جو انھوں نے لکھا تھا اور بلندیٔ ہمت و خلوت گزینی پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۵

مکتوب ۱۵: مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۶

مکتوب ۱۶: خواجہ عبدالرحمن نقشبندی کے نام اُن کے آبائے کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمال استغنا کے باوجود اشد شوقِ وصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۱۷: خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۹

مکتوب ۱۸: مولانا غازی سرہندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے سلبِ نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔ "

مکتوب ۱۹: مولانا محمد حنیف کے نام تعمیرِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۱

مکتوب ۲۰: نیز مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔ "

مکتوب ۲۱: میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ اور حفظِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۳

مکتوب ۲۲: مولانا محمد حنیف کے نام قناعت و تعمیرِ وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۲۳: مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقامِ اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۴

مکتوب ۲۴: مولانا محمد حنیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۵

مکتوب ۲۵: نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقر و ورع و تقویٰ پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۶

مکتوب ۲۶: ملا حامد کے نام شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمۂ متعارفہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۶

مکتوب ۲۷: مولانا محمد حنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہونے اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے روگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۹

مکتوب ۲۸: سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر دلالت اور کمالِ فنا پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۰

مکتوب ۲۹: شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۱

مکتوب ۳۰: مولانا محمد حنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۳۱: میرزا محمد شاہ کے نام بلند ہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۲

مکتوب ۳۲: خواجہ احمد بخاری کے نام اُن کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۳۳: سیدہ بی بی کے نام وظائفِ طاعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۳

مکتوب ۳۴: سیادت پناہ جامع جلیہ ثالث حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرارِ غامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۵

مکتوب ۳۵: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کامل فنا پر مرتب (ہوتے) ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ ازل و ابد کو ایک آنِ واحد پاتا ہے۔ 〃

مکتوب ۳۶: ملا عبد الرزاق کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۶۷

مکتوب ۳۷: نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے مباح ہونے کے بارے میں اور ان حدیثوں کے بیان میں جو کہ اس کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تحریر فرمایا۔ ۷۶

مکتوب ۳۸: ملا ابو الفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔ ۸۱

مکتوب ۳۹: شیخ ابو المظفر و محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۴۰: شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔ ۸۲

مکتوب ۴۱: اشرف العلماء المحدثین سید زین العابدین مکی کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔ ۸۳

مکتوب ۴۲: شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایذائے خلق پر صبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۴

مکتوب ۴۳: میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۸۶

مکتوب ۴۴: میر باقی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقے کے بیان میں اور ان اکابر قدس اسرارہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۸۷

مکتوب ۴۵: میرزا محمد شاہ کے نام کمینی دنیا کی مذمت میں اور معرفتِ الٰہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۸

مکتوب ۴۶: محمد معین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بیقرار رہنا چاہیے۔ "

مکتوب ۴۷: محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے اُن واقعات کی تعبیر میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ۸۹

مکتوب ۴۸: مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقام جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین وحق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۱

مکتوب ۴۹: سیادت پناہ حاجی حرمین شریفین میر غضنفر کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۳

مکتوب ۵۰: محمد عارف لاہوری کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال وکیفیات پر مشتمل تھا۔ ۹۴

مکتوب ۵۱: ایک اہل طریقت صالحہ خاتون کی طرف حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی بعض عاداتِ شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۵

مکتوب ۵۲: شیخ محمد مصطفےٰ کی طرف ہر اسم الٰہی کے تمام اسماء وصفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور مرتبۂ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور ہمہ اوست و ہمہ از اوست کے قول کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ صفتِ ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں مشروط ہے نہ کہ نبوت کے طریقوں میں اور فنائے لطائف اور ان کے انوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل ہے اس کی غائبیت کے بعد کون ہے جو صاحبِ شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف امور کو تفویض (سپرد) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۷

مکتوب ۵۳: حاجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۵

مکتوب ۵۴: شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور ماسوا سے قطع تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۶

مکتوب ۵۵: حاجی سلیم بلخی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقے کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۵۶: ارشاد پناہ حقائق ومعارف آگاہ خواجہ عبد الغفار بلخی کی خدمت میں اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اصل کی سبقت واستقلال اور ظل کی تبعیت ومحجوبیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۷

مکتوب ۵۷: میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم ہے اور ممکن کے لئے واجب تعالٰی کی حقیقت کے پانے سے عاجزی و نا امیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجود وہبی سے متحقق ہو کر مطلوب کو تلاش کرے۔ ۱۰۹

مکتوب ۵۸: محمد مومن گیلانی بربانپوری کے نام اُن کے عریضے کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقام اَوْ اَدْنٰی کا حاصل ہونا تجلیٔ ذاتی کا اثر ہے اور قابَ قوسین تجلیٔ صفاتی سے تعلق رکھتا ہے اور تجلیاتِ لطیفہ اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۰

مکتوب ۵۹: شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت اُن کے مخترعات میں سے نہیں ہے بلکہ انوارِ نبوت سے اخذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبتِ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبرؓ تک اور دوسرے تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ تک کس طرح پہنچتی ہے۔ ۱۱۱

مکتوب ۶۰: حاجی سلیم بلخی کے نام اس وارد کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں کی سیر و عروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہنا چاہیے۔ ۱۱۴

مکتوب ۶۱: فضائل مآب حاجی ابو القاسم بن مراد لاہوری کے نام اُن وجوہ کے بیان میں جو علماءِ کرام کی بیان فرمائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان فرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۷

مکتوب ۶۲: حاجی مصطفٰے کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حاصل ہونا اور ان کا علم وہبی چیز ہے اور ان کے مقدمات (واردات) کسبی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۰

مکتوب ۶۳: شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نوافل موقت کے اوقات میں احتیاط کے طور پر قضا نمازیں پڑھنا ان نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔ ۱۲۱

مکتوب ۶۴: شرف الدین حسین لاہوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا، انھوں نے لکھا تھا کہ ہمہ اوست کی واردات دل پر غالب آجاتی ہیں۔ ۱۲۲

مکتوب ۶۵: نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند ہمتی کے بارے میں اور جو چیز مشہود ہو اُس کی طرف التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۳

مکتوب ۶۶: شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور وواقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۴

مکتوب ۶۷: صلاح آثار حافظ محمد محسن کے نام اُن کے حال کی شرح میں مع اُن احادیث کے بیان کے جن میں نماز و وضو و تلاوتِ قرآن مجید کے فضائل وارد ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۶۸: شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویتِ قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفین کے اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ "جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے"۔ ۱۲۷

مکتوب ۶۹: محمد باقر فتح آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشقِ حقیقی موہبی ہے اور باطن کا حصہ ہے۔ ۱۲۹

مکتوب ۷۰: میر عبدالرحمٰن کے نام حقیقتِ جامعہ و مضغۂ قلبیہ وجوہ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۱

مکتوب ۷۱: شیخ مظفر برہانپوری کے نام مع نصائح و مواعظ کے اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ سب اصل سے ہے حتیٰ کہ شوق و محبت بھی۔ ۱۳۲

مکتوب ۷۲: محمد سعید سہارنپوری کے نام بلند ہمت ہونے اور بشارات و مکاشفات کی طرف توجہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۴

مکتوب ۷۳: شیخ بایزید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے نفسِ وصول میں اربابِ علم و اربابِ جہل برابر ہیں۔ ۱۳۵

مکتوب ۷۴: نیز شیخ بایزید کے نام سفرِ حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تصوف کی حقیقت اضطراب و بیقراری ہے۔ ۱۳۶

مکتوب ۷۵: ایک اہلِ طریقت خاتون کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۷

مکتوب ۷۶: فضیلت مآب شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی کی کوشش کرنی چاہئے اور خاتم انبیاء علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں قطبیت و قیومیت کا منصب آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ [illegible]

مکتوب ۷۷: نیز فضائل مآب مخدوم آدم (ٹھٹھی) کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۹

مکتوب ۷۸: شیخ بدرالدین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفعیہ اور اموات کے درجات کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۰

مکتوب ۷۹: محمد بن محمد طیب مجاہد عامری نہامی کی جانب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور قلب کے ذکر کے ساتھ منور ہونے اور اس سے حدیثِ نفس کی نفی ہو جانے اور نفس کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۲

مکتوب ۸۰: شیخ بایزید کے نام اُن کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تقاضے ظاہر سے دُور نہیں ہوتے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۴

مکتوب ۸۱: مولانا محمد حنیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۵

مکتوب ۸۲: حاجی نظام کولابی کے نام اختصار کے طور پر طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۶

مکتوب ۸۳: میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چیزوں یعنی صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام کے اتباع اور شیخِ مقتدا کی محبت پر موقوف ہے اور قضا و قدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۷

مکتوب ۸۴: مولانا عارف لاہوری کے نام فنائے لطائف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۳

مکتوب ۸۵: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اطمینانِ نفس کی تحقیق اور ان کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵

مکتوب ۸۶: سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نام عشق و شوق اور عدم حصول کے درد کے بیان میں اور محبت جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۶

مکتوب ۸۷: فقیر حقیر شرف الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیب و شہود کی تفصیل اور کمالاتِ نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۹

مکتوب ۸۸: سیادت پناہ سید علی بارہہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۱

مکتوب ۸۹: میرک معین الدین کے نام اس بیان میں کہ طالب کو (اپنے) شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا ناگزیر ہے اور اس سے طریقِ وصول کا تعین کرانا ایک فضول بات ہے اور اہلِ بدعت سے بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۹۰: صلاح آثار حافظ پیر محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ وحدت کے طالب کو وحدانی ہونا چاہیے۔ ۱۶۳

مکتوب ۹۱: سیادت مآب سید محمد اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت سے زیادہ ہے اور فنا و اطمینانِ نفس کی تحقیق اور عینی اثر کے زائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۹۲: شیخ حسین منصور کے نام ان کے بلند احوال و اذواق کی شرح میں مع ولایتِ علیا کی بشارت کے تحریر فرمایا۔ ۱۶۶

مکتوب ۹۳: بدر بیگ سمرقندی کے نام ذکر پر ہمیشگی کی ترغیب اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۷

مکتوب ۹۴: خواجاجان اشرف و خواجہ محمد مومن برہانپوری کے نام فنائے قلب و فنائے نفس کی تحقیق اور لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اور حالتِ نماز کی غیر حالتِ نماز پر فوقیت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۸

مکتوب ۹۵: سید علی بارہہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل میں اخلاص اور اطمینانِ نفس صوفیائے کرام کی صحبت سے وابستہ ہے۔ ۱۷۰

مکتوب ۹۶: سید نور محمد کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

مکتوب ۹۷: مولانا جان محمد ورنکی کے نام ولایات سہ گانہ کی تحقیق اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور شرحِ صدر اور عالمِ امر و عالمِ خلق کے لطائف کے کمالات اور ہر شخص کے نصیب کے تعین اور کمالاتِ نبوت کی تحقیق اور (کمالاتِ) ولایت پر اس کی فضیلت کے بارے میں اور اذکار و تلاوتِ قرآن و نماز کے نتیجہ کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فضل کے ساتھ ہے نہ کہ عمل کے ساتھ اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

مکتوب ۹۸: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۴

مکتوب ۹۹: سید نور محمد کے نام نصائح اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۵

مکتوب ۱۰۰: سیادت پناہ امیر خاں کے نام معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۶

مکتوب ۱۰۱: سیادت و نقابت پناہ میرزا خان کے نام ارسال کردہ رسالے کے مطالعہ پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ اذکار و ادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقہ انابت (سلوک) و طریقہ اجتباء (جذبہ) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۷

مکتوب ۱۰۲: مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ ابوالقاسم کے نام بعض ان احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ حقیقتِ کعبہ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور ان دو شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیے تھے۔ ۱۷۹

مکتوب ۱۰۳: سیادت پناہ میر مفاخر حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کے پانے سے محروم ہے انفس سے بھی گذر جانا چاہیے تاکہ وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول چن سکے ۱۸۱

مکتوب ۱۰۴: سیادت پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اوراد و اخذ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحبت کی شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۲

مکتوب ۱۰۵: صوفی محمد زاہد جدید ابن قدیم کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انہوں نے واجب تعالیٰ کی صفات کی عینیت و غیریت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار کیا ہے ۱۸۳

مکتوب ۱۰۶: مولانا برخوردار کابلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہننا سالک کے شغل کا مانع ہے یا نہیں اور باوجودیکہ خمیصہ (ایک عمدہ قسم کا لباس) کو انبجانیہ (ایک قسم کا معمولی لباس) سے بدلنے کی حدیث اور چپل کا تسمہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمدہ لباس) کا منع ہونا مفہوم ہوتا ہے اور اس بیان میں کہ ظالموں اور بدعتیوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔ ۱۸۵

مکتوب ۱۰۷: میر محمد زمان کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۳

مکتوب ۱۰۸: سیادت و نقابت پناہ میر عماد کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے واجب تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔ ۱۹۴

مکتوب ۱۰۹: شیخ حسین منصور کے نام فنائے نفس و تجلی صفات و ذات اور فانی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق میں اور اس بارے میں کہ فنائے قلب نفسِ امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۸

مکتوب ۱۱۰: صلاح آثار عبد الحکیم (لاہوری) کے نام وعظ و نصائح اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۳

مکتوب ۱۱۱: محمد حسین کابلی کے نام درود شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۳

مکتوب ۱۱۲: محمد میرک گرز بردار کے نام اوقات کو معمور رکھنے کا شوق دلانے اور پرہیزگاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا ״

مکتوب ۱۱۳: ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴

مکتوب ۱۱۴: فضائل مآب مولانا بدر الدین کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۷

مکتوب ۱۱۵: شیخ ولی محمد تہی (جہتی) کے نام وقائع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۹

مکتوب ۱۱۶: محمد امین لاہوری کے نام اُن کے سوالوں کے جواب و غیرہ اشیاء کے زائل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۰

مکتوب ۱۱۷: حافظ محمد صادق کابلی کے نام (ان کے) خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۳

مکتوب ۱۱۸: حقائق و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق و آلامِ فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ״

مکتوب ۱۱۹: حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادۂ عالی مرتبہ شیخ عبد الاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نمازِ وسطیٰ و ساعتِ جمعہ و اسمِ اعظم کے مبہم ہونے اور سرہند کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ حقیقتِ قرآنی اور نزول بلاکیف کس چیز سے عبارت ہے۔ ۲۲۵

مکتوب ۱۲۰: شیخ حسین منصور کے نام اُن کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۱

مکتوب ۱۲۱: مخدوم زادہ شیخ ابو القاسم کے نام خلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض کیفیات کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

مکتوب ۱۲۲: ملا موسیٰ کے نام ان کے واردات و احوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے ماوراء ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۵

مکتوب ۱۲۳: مخدوم زادۂ عالی قدر معدن الحقائق ابوالقاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دینے اور چغلخور کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۶

مکتوب ۱۲۴: ہمت خاں کے نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۷

مکتوب ۱۲۵: محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۸

مکتوب ۱۲۶: مولانا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقامات لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۹

مکتوب ۱۲۷: میر محمد امین بخاری کے نام ان کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۱

مکتوب ۱۲۸: حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کے ہمشیرہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۲۹: مخدوم زادہ گرامی حقائق و معارف آگاہ شیخ ابوالقاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۲

مکتوب ۱۳۰: خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس واقعہ (حال) کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔ 〃

مکتوب ۱۳۱: خواجہ عبداللہ کلابی کے نام ذکر جہر وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۴

مکتوب ۱۳۲: سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی تصحیح ضروری ہے اور خالق و مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کے معنی میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۵

مکتوب ۱۳۳: جان محمد بیگ کولابی کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں جو کیفیاتِ احوال پر مشتمل تھا اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال بشارات میں حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔ ۲۴۶

مکتوب ۱۳۴: حقائق آگاہ حاجی حبیب اللہ حصاری ثم البخاری کے نام اس بارے میں کہ ابتدا میں ظاہر باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور باطن سے منقطع ہونے کے بعد ظاہر کدورت آلودہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے عدم ہونے اور حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ خُلّت و حقیقتِ صلوٰۃ و حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ محمدی اور ان کی تعبیرات اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۸

مکتوب ۱۳۵: صوفی سعادت کابلی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۰

مکتوب ۱۳۶: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۲

مکتوب ۱۳۷: شیخ جنید جشتی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکر لطائف عشرہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۴

مکتوب ۱۳۸: حاجی سلیم بلخی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۷

مکتوب ۱۳۹: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۸

مکتوب ۱۴۰: حضرت ایشاںؒ (عروۃ الوثقیٰ) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۰

مکتوب ۱۴۱: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۲

مکتوب ۱۴۲: شیخ ولی جہنی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ؍؍

مکتوب ۱۴۳: محمد رؤف کابلی کے نام اُن (کے مکتوب) کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۴

مکتوب ۱۴۴: سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۶۵

مکتوب ۱۴۵: مخدوم زادگی جامع کمالاتِ صوری و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضورِ قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جوکہ ذکر سے بالا ہے اور فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آں سرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔ ۲۶۶

مکتوب ۱۴۶: نیز مخدوم زادہ عالی درجہ صاحبِ کمالات اصلیہ نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالاتِ نماز اور اس کے فضائل اور عدمِ محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ؍؍

مکتوب ۱۴۷: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۶۷

مکتوب ۱۴۸: مولانا محمد حنیف کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارتِ عالی تحریر فرمایا۔ ۲۶۸

مکتوب ۱۴۹: سیادت پناہ سید ابو الخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۶۹

مکتوب ۱۵۰: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۰

مکتوب ۱۵۱: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۱

مکتوب ۱۵۲: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۲

مکتوب ۱۵۳: سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۳

مکتوب ۱۵۴: نیز سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۴

مکتوب ۱۵۵: فضائل مآب محمد امین حافظ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۶

مکتوب ۱۵۶: جان محمد بیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا ۲۷۷

مکتوب ۱۵۷: محمد شاہ گرز بردار کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۸

مکتوب ۱۵۸: میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۹

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی انبیائہ المرسلین خصوصاً علی اشرفہم و خاتمہم سیدنا محمدن المصطفیٰ احمد المجتبیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ و اتباعہ اجمعین ۔ امّا بعد، کچھ عرصہ قبل حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کے دفتر اول کا اردو ترجمہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا بیحد شکر و احسان ہے کہ اُس نے اس ناچیز کوشش کو عوام و خواص میں شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور بزرگوں، دوستوں اور احبابِ اکابر نے اس کی تحسین فرما کر اس عاجز اور ادارۂ مجددیہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا مزید فضل و کرم ہے کہ ہم جلدی ہی اس قابل ہوگئے کہ مکتوباتِ معصومیہ کے دفترِ دوم کا اُردو ترجمہ بھی قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرسکیں چنانچہ حسبِ سابق ترجمہ میں زبان کی سلاست و عمدگی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے، ترجمے کے الفاظ کو اصل فارسی الفاظ سے ہٹنے نہیں دیا گیا اور حتی الامکان قریب سے قریب تر الفاظ میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اُن کا مفہوم من وعن باقی رہے، فارسی مطبوعہ نسخے کے صفحات بھی حاشیہ میں دیدیئے گئے ہیں کہ اگر کوئی صاحب فارسی مکتوبات سے رجوع کرنا چاہیں تو تلاش میں زحمت نہ ہو، مکتوباتِ شریفہ میں آئی ہوئی آیاتِ مبارکہ کی سورت و آیت کا نمبر بھی حاشیہ میں دیدیا گیا ہے، اور ان میں جو احادیثِ شریفہ آئی ہیں ان میں سے جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کی جہاں جہاں عبارتیں آئی ہیں اُن میں سے جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ بھی حاشیہ میں درج کردیا گیا ہے، نیز آیات و اشعار کا ترجمہ بھی سلیس و شگفتہ زبان میں کیا گیا ہے، مطبوعہ نسخہ میں اغلاط کی وجہ سے ترجمہ کرنے میں کافی مشکلات پیش آتی رہی ہیں اور اُن کو حل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، اسقدر کوشش کے باوجود اگر اس میں کوئی غلطی ہوگئی ہو تو یہ عاجز معذرت خواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی عفو و کرم کا امیدوار ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں غلطی پائیں اس بے بضاعت کی کم علمی پر محمول کرتے ہوئے صفحہ و سطر کے ساتھ مع تصحیح اس کی نشاندہی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے، یہ عاجز اُن کا ممنونِ احسان ہوگا اور وہ ثوابِ دارین کے مستحق ہوں گے۔

اگرچہ ہماری یہ کوشش اس قابل تو نہیں ہے کہ آپ حضرات سے دادِ تحسین حاصل کر سکے لیکن ان مکتوباتِ عالیہ کے مضامین اسقدر اعلیٰ وارفع، جامع دواضح، مستند و نافع اور بابرکت و پرلذت ہیں کہ اُن کے لئے کسی تحسین کرنے والے کی تحسین کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان مکتوباتِ عالیہ میں ہر ایک مکتوب شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، اسرارِ عجیبہ و علوم غریبہ کا بیش بہا خزانہ اور ادب و انشاء کا اعلیٰ شاہکار ہے ؎

فقی کل لفظ منہ روض من المنی   وفی کل سطر منہ عقد من الدر

[پس اس کے ہر ہر لفظ میں تمناؤں کا ایک باغ (مضمر) ہے اور اس کی ہر ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہار (پنہاں) ہے]

مکتوبات شریفہ کے دفترِ دوم کو حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی قدس سرہ نے جمع و تدوین کا کام انجام دیا اور اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" رکھا جس سے ان کے جمع و ترتیب کی تکمیل کا سال نکلتا ہے جیسا کہ ان کے فارسی دیباچے سے ظاہر ہے۔

یہ عاجز جملہ معاونین حضرات خصوصاً جناب ڈاکٹر غلام رشید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پروفیسر سندھ یونیورسٹی اور جناب مولانا عبدالستار صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فاضل دیوبند ایم اے اسلامیات اور دیگر معاونین حضرات کا بہت ہی ممنون ہے کہ انھوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے اس ترجمہ کی اصلاح میں اس عاجز کی مدد فرمائی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر فی الدارین نصیب فرمائے آمین، اللہ تعالیٰ ہماری اس ناچیز مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سعادت سے ہم سب مسلمانوں کو اور تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو بہرہ ور فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؕ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

الراجی الی ربہ الرحیم

خاکسار سید زوار حسین عفی عنہ و غفرلہ ولوالدیہ

دوشنبہ یکم رجب المرجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ[1]

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی بارگاہِ مقدس اس سے بالاتر ہے کہ فکر کا ہاتھ اس کی حمد و ثنا کے دامن تک پہنچ سکے، لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک [میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود کی ہے] ممکن واجب کے متعلق کیا کہے اور محدود لامحدود کے بارے میں کیا تلاش کرے پس وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی معرفت اور ثنا سے عاجزی کے سوا کوئی راستہ اپنی طرف نہیں بنایا پس یہاں عجز و قصور کا اعتراف ہی کمالِ معرفت اور عین ثنا ہے ؎

---

[1] بعض مخطوطات میں یہ دیباچہ بھی (بزبانِ فارسی) مندرج ہے:- (۱) حمد بیحد بارگاہِ خداوندی جل جلالہ سلطانہٗ و عم احسانہٗ کے لئے ہے کہ اولین و آخرین کی تعریفیں اس کی تمجید کا دیباچہ ہیں اور ملاءِ اعلیٰ کے مقربین کا تعظیم کرنا اس کی تعظیم کی ابجد ہے، قبولیت کے فرش پر باریابی حاصل کرنے والوں کی دولت اس کے لطف و کرم سے ہے اور کامل عارفوں کی معرفت اس کی معرفت سے عاجز ہوتا ہے، وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کے لئے اپنی معرفت سے عاجز ہونے کے سوا اپنی معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں بنایا ؎

سبحان خالقی کہ صفاتش ز کبریا — بر خاک عجز می فگند عقلِ انبیاء

گر صد ہزار سال ہمہ خلق کائنات — فکرت کنند در صفت عزتِ خدا

آخر بعجز معترف آیند کاے الٰہ — دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

[وہ خالق ایسی ذات پاک ہے کہ جس کی صفات اپنی بزرگی و عظمت کی وجہ سے انبیائے کرام کی عقل کو (بھی) عاجزی کی خاک پر گرا دیتی ہیں، اگر تمام کائنات کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی عزت کی صفت میں ایک لاکھ سال بھی غور و فکر کرے آخرکار عاجزی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرے گی کہ اے الٰہ العالمین! ہم نے جان لیا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں جانا ہے]

(۲) بے حد حمد اور بے اندازہ شکر خاص اس منعم کے لئے ہے کہ جس نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات کی سنتِ منورہ کو طریقۂ عجیبۂ احمدیہ کے ذریعہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ان کی روح کو تازگی عطا فرمائے اور تمام جہان والوں پر ہمیشہ ان کے فیوض کو جاری فرمائے تجدید فرمائی اور اولین کی نسبت کو آخرین میں اسی تر و تازگی کے ساتھ جلوہ گر کیا اور حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوات طیبات ہوں جو کہ عمدۂ کائنات اور زبدۂ موجودات ہیں ؎

خواجۂ لولاک و سلطانِ رسل — مقتدا و رہنمائے جزو کل

[آپ لولاک کے مالک اور رسولوں کے سلطان ہیں اور آپ جزو کل کے پیشوا و رہنما ہیں]۔

ہر کس بہ رہ ثنائے او مرکب راند | بر عجز و قصور معترف در رہ ماند
ایں جاست کہ خاتم رسل خیر بشر | با آں شرف و کمال لا احصی خواند

[جس شخص نے اُس کی تعریف کے راستہ پر سواری کو چلایا اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے راستہ میں رہ گیا، یہی وجہ ہے کہ خاتم الانبیاء خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر شرف و کمال کے باوجود لا احصی (میں احاطہ نہیں کر سکتا) فرمایا]

اور حضرت فخر مخلوقات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے کمال کی چوٹی اس سے بالاتر ہے کہ مرغِ فکر آپ کی نعت و تعریف کی چوٹی تک پرواز کر سکے، رب تعالیٰ کی بارگاہ سے لولاک لما خلقت الافلاک [اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا] آپ کے حال کی تعریف ہے، اور لولاک لما اظہرت الربوبیۃ [اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا] آپ کے کمال کی شرح ہے، ایجادِ کائنات اس کے لئے ہے اور مخفی چیزوں کو موجود کرنے والا اس کی رضا کا طالب ہے، بیت ۱۷

شاہی کہ نیست قوتِ بازوئے مرغِ فکر | شائستہ عروج بادج کمالِ او
آں را کہ در کتاب ثنا گفت ذوالجلال | کے آید از من و تو ثنا حسبِ حالِ او
ہر دم صلوٰۃ بے حد و تسلیم بے عدد | از ما بروحِ حضرتِ او باد و آلِ او

[وہ ایسا بادشاہ ہے کہ فکر کے پرندے کی قوتِ بازو اس کے کمال کی بلندی تک عروج کرنے کے قابل نہیں ہے، جس کی تعریف ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) نے (اپنی) کتاب (قرآن مجید) میں فرمائی ہے مجھ اور تجھ سے (یا کسی مخلوق کا) اس کے حال کے بموجب تعریف کب ہو سکتی ہے، ہماری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کی روحِ مبارک پر ہر وقت بے حد صلوٰۃ (درود) اور بے شمار سلام پیش ہو]

اما بعد، صاحبِ قوت اللہ تعالیٰ کا سب سے ضعیف بندہ شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی، اللہ سبحانہٗ ان دونوں کی عاقبت کو بہتر کرے، عرض کرتا ہے کہ جب یہ مکتوبات قدسی آیات کہ جن میں سے ہر ایک مکتوب معرفت کے دفینوں میں سے ایک دفینہ اور رحمت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، نہایاتِ ولایت کا ایک بیان اور کمالاتِ نبوت کا ایک ترجمان ہے، اصالت کے اسرار اس سے نمایاں اور مقاماتِ قیومیت اس سے ظاہر ہیں ــــ دفترِ اول کی تکمیل کے بعد حضرت قدوۃ الاولیا امام الاصفیاء کے قلمِ فیض رقم سے جو کہ محققین کیلئے سند اور مدققین (باریک بینوں) کے لئے دلیل ہیں، قیومیت کی خلعت سے سرفراز اور اصالت کی بزرگی سے مشرف ہیں، ولایتِ اصلیہ کے مالک اور وراثتِ معنویہ کے ساتھ انبیاء کے وارث ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

بیّن معجزہ ہیں، آیاتِ متشابہات کے اسرار سے واقف اور مقطعات کے رموز کو جاننے والے ہیں، انوارِ الٰہیہ کا مطلع اور ولایتِ احمدیہ سے موصوف ہیں، مرجعِ اوتاد، قطبِ ارشاد، انسانِ کامل اور فردِ جامع، امامِ ہمام، مخلوق میں حضرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلیفہ، نسباً فاروقی حسباً محمدی اور مولداً سرہندی ہیں ؎

(۱) آنکہ نامش بر زبان بردنم از بے ادبی ست	گرچہ ذراتِ تنم جملہ بنامش گویاست
(۲) لیک ازاں جا کہ زبان نیز سعادت طلب ست	گر بایں نامِ شریفش نرسانم ز جفاست
(۳) قطبِ حق ہادیٔ دین خواجہ محمد معصوم	آنکہ پیشش بتواضع قدِ افلاک دو تاست
(۴) ظاہرش جملہ بانوارِ شریعت روشن	باطنش جملہ باسرارِ حقیقت داناست
(۵) قطع شد بر قدِ او خلعتِ قیومیت	آرے ایں خلعتِ فاخر بچنیں قد زیباست

[(۱) وہ کہ جن کا نام زبان پر لانا میرے لئے بے ادبی ہے، اگرچہ میرے جسم کے ذرات ان کا نام لیتے ہیں۔ (۲) لیکن چونکہ زبان بھی سعادت طلب ہے اس لئے اگر میں اسے ان کے نام مبارک تک نہ پہنچاؤں تو ظلم ہے۔ (۳) وہ قطبِ حق ہادیٔ دین خواجہ محمد معصومؒ ہیں کہ جن کے سامنے افلاک کا قد تواضع کے ساتھ جھکا ہوا ہے۔ (۴) اُن کا ظاہر انوارِ شریعت کے ساتھ روشن، ان کا تمام باطن اسرارِ حقیقت کو جاننے والا ہے۔ (۵) اُن کے قد کے مطابق قیومیت کا خلعت قطع کیا گیا ہے بیشک یہ خلعتِ فاخرہ ایسے ہی قد کے لئے زیبا ہے]

اللہ تعالیٰ اُن کے ارشاد کے ظلال کو اہلِ عالمین کے سروں پر ہمیشہ (قائم) رکھے اور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ اجمعین کے طفیل ہمیں اُن کے انوار سے مستفید فرمائے۔ (جب
۱۹ یہ مکتوبات) ضبطِ تحریر میں آئے تو عجیب اسرار اور نادر علوم نے کہ جن کا حاصل ہونا انوارِ نبوت سے اقتباس کے بغیر امکان کے احاطہ سے باہر ہے غیبِ احدیت کے پردہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ فرمایا اور سعادت مند مخاطبین اور بلند بخت سامعین کے دل کی قوت اور جان کی خوراک ہو گئے۔ مثنوی

(۱) نامہ ہا با نجوم راہ نما ست	تافتہ از سپہرِ مجد و عُلا
(۲) ہر یکے نو گلے ز گلشنِ فیض	ہر یکے گوہرے ز کانِ عطا
(۳) ہر یکے رشحہ ز ابرِ کرم	کردہ سرسبز کشتِ صدق و صفا
(۴) ہر یکے مثلِ آیتِ رحمت	گشتہ نازل ز آسمانِ وفا

[(۱) (اُن کے) مکتوبات ستاروں کی مانند راہ نما ہیں (جو) بزرگی اور بلندی کے آسمان سے چمک رہے ہیں (۲) (اُن میں سے) ہر ایک فیض کے گلشن کا نیا پھول ہے، ہر ایک بخشش کی کان کا موتی ہے۔ (۳) ہر ایک ابرِ کرم کا ترشح ہو

(جس نے) صدق وصفا کی کھیتی کو سرسبز کر دیا ہے۔ (۴) ہر ایک (مکتوب) آیتِ رحمت کی مانند ہے جو کہ وفا کے آسمان سے نازل ہوا ہے۔]

حق بات یہ ہے کہ (یہ مکتوبات) ہدایت کی کان کے تابدار جواہرات اور عنایت کے سمندر کے چمکدار موتی ہیں کہ ارباب نہایت وکمال کا ہاتھ اور دامن اُن کے مثل سے خالی ہے اور صاحبانِ کشف وشہود اہلِ نظر واستدلال کی مانند ان کے ادراک سے عاجز وقاصر ہیں۔ اگرچہ مجھ ہیچمدان کو کسی لحاظ سے بھی اس بات کی لیاقت وقابلیت نہیں ہے کہ میں اُن کے جمع کرنے میں پیش روی اور اس امرِ عظیم میں پیش قدمی کر سکتا لیکن چونکہ مخدوم ومخدوم زادہ بلند مرتبت، عالی منقبت، نورِ اعظم، عارفِ کامل، حاصلِ اولیا، خلاصۂ اصفیا، مظہرِ انوارِ ربانی، مُظہرِ اسرارِ سبحانی، حقائق کو کھولنے والے، دقائق کو حل کرنے والے، نہایت کے کمال اور کمال کی نہایت تک پہنچنے والے، تجلیاتِ جلال وجمال کے مظہر ؎

مخزنِ نقدِ معرفت نقدِ خزینۂ شرف معدنِ گوہرِ صفا گوہرِ معدنِ کمال
موردِ لطفِ ایزدی ہادیٔ راہِ احمدی مُظہرِ سِرِّ سرمدی مَظہرِ فضلِ ذوالجلال

[معرفت کی نقدی کا خزانہ، شرافت کے خزانہ کی نقدی، پارسائی کے موتیوں کی کان، کمال کی کان کے موتی۔ اللہ تعالیٰ کے لطف کے مورد، راہِ احمدی کے ہادی، سرِ ابدی کے مُظہر، فضلِ ذوالجلال کے مَظہر]

تعریف کرنے والوں کی تعریف سے بے نیاز، حق، ملت اور دین کی تلوار، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی طویل زندگی کے ساتھ فائدہ پہنچائے (انھوں) نے اُس نظرِ عنایت کی بنا پر جو کہ وہ اس بے حاصل کے بارے میں رکھتے ہیں اور جن کی توجہ شریف اس ناکارہ کے احوال کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے، ان مکتوبات کے جمع کرنے کو جو کہ دراصل دونوں جہان کا سرمایہ ہیں (اس فقیر کو) تفویض فرمایا اور بار بار تاکید فرمائی کہ متفرق مکتوبات کو ضبطِ تحریر میں لا کر دوسری جلد ترتیب دی جائے۔ آں جناب کے تعمیلِ ارشاد کو بسر وچشم قبول کرتے ہوئے اس عظیم الشان کام کو شروع کر دیا، امیدوار ہے کہ اس تعمیلِ ارشاد کی برکات فی الحال وفی المآل اس خود کامی کی تنگی کے گرفتار کی رہنمائے حال ہو کر خودی وخود پرستی کے کوچے سے رہائی دلا دیں گے۔ اور اس کتابِ مستطاب کا جمع کرنا جس کا نام ١٩
وتاریخِ اختتام "وسیلۃ السعادۃ" (۱۰۶۲ھ) ہے، سعادتِ حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ ہو جائے گا۔ (اس کتاب کے) پڑھنے اور سننے والوں سے یہ التماس ہے کہ جب ان اسرارِ غیبی کے مطالعہ سے ان کی زندگی سنور جائے تو دعا وفاتحہ سے ان کے جامع کی مدد فرمائیں کیونکہ ان کے جمع کرنے سے مقصود

آخرت کا نفع ہے اور الفاظ کے دقیق ہونے اور معنی کے بلند ہونے کی وجہ سے جو کچھ سمجھ میں نہ آئے اس کے علم کو کہنے والے کی طرف لوٹا دیں اور رد و انکار سے پیش نہ آئیں، اور وسیلۃ السعادت کو اپنے حق میں وسیلۃ الشقاوت نہ بنائیں کیونکہ اس بزرگ گروہ کا منکر ابدی ہلاکت میں گرفتار اور دائمی خسارہ میں مبتلا ہے، یہی حق ہے، پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے۔ مثنوی

(۱) یارب چہ کتاب مستطاب ست — کز ہر ورقیش فتح باب ست
(۲) مفتاح کنوزِ مشکلات ست — تفسیر رموزِ مجملات ست
(۳) گنجے ست مصالح الحکم را — شرحے ست جوامع الکلم را
(۴) جاں بخش تر از زلالِ حیواں — روشن تر از آفتابِ تاباں
(۵) گوئی کہ پری وشیست طناز — سر تا بقدم کرشمہ و ناز
(۶) افگندہ ببر شعار مُشکیں — تا گشتہ نہاں ز چشم بد بیں
(۷) لفظش کہ دقیقہا کند حل — چوں طرۂ مہوشاں مسلسل
(۸) معنیش کہ ہست مایۂ جاں — شیریں چو ادائے خوب رویاں
(۹) ہر صفحۂ او کہ کامِ جان ست — چوں صفحۂ روئے دلبران ست
(۱۰) ہر سطر از و چو گیسوئے حور — از زحمتِ دستِ ناکساں دُور
(۱۱) ہر بیتے از و کہ دل پسند است — چوں ابروئے مہوشاں بلند است
(۱۲) ہست از پئے دفع ہر گزندی — ہر نقطہ چو دانۂ سپندی
(۱۳) صاحب نظراں فدائے اویند — جاں باختہ درہوائے اویند
(۱۴) دلہا شدہ در نظارہ اش مست — جاں بہر نثار بر کفِ دست
(۱۵) از نفحۂ ایں گل اہلِ دولت — یابند نسیمِ باغِ جنت
(۱۶) واں کو نظر درانش کور است — از پرتو ایں جمال دُور است منہ
(۱۷) خفاش بود ہمیشہ نومید — از شعشۂ جمالِ خورشید
(۱۸) آفاق ز مہر شد منور — غم نیست اگر ندید شپر
(۱۹) خورشید اگرچہ بے حجاب ست — از غایتِ نور در نقاب ست
(۲۰) نامش بعقیدت و ارادت — گفتیم "وسیلۃ السعادت"
(۲۱) پرسند اگر ز سالِ اتمام — ہم باز تواں شناخت از نام

(۱) اے پروردگار! یہ کیسی پسندیدہ کتاب ہے کہ جس کے ہر ورق سے (معرفت کا) دروازہ کھلتا ہے۔ (۲) مشکلات کے خزانوں کی کنجی ہے۔ مجملات کے رموز کی تفسیر ہے۔ (۳) مصابیح حکمت کا خزانہ ہے، جامع کلمات کی ایک شرح ہے۔ (۴) آبِ حیات سے زیادہ زندگی بخشنے والا ہے، نورِ آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ (۵) گویا کہ وہ ایک شوخ پری وش ہے (جو) سر سے پاؤں تک کرشمہ ناز ہے۔ (۶) اپنے جسم پر مشکیں بال ڈالے ہوئے ہے تاکہ بد نظر کی نگاہ سے پوشیدہ ہو جائے۔ (۷) اس کے لفظ جو کہ دقیق مسائل کو حل کرتے ہیں حسینوں کی زلف کی مانند مسلسل ہیں۔ (۸) اس کے معنی جو کہ سرمایۂ جان ہیں وہ خوب رووں کی ادا کی مانند شیریں ہیں۔ (۹) اس کا ہر صفحہ جو کہ زندگی کا مقصد ہے دلبروں کے چہرے کا صفحہ ہے۔ (۱۰) اس کی ہر سطر حور کے گیسو کی مانند نا اہلوں کی دسترس سے دور ہے۔ (۱۱) اس کا ہر شعر جو کہ دل پسند ہے چاند جیسے حسینوں کی ابرو کی مانند ہے۔ (۱۲) اس کا ہر نقطہ گزند کو دفع کرنے کے لئے رائی کے دانے کی طرح ہے۔ (۱۳) اہلِ نظر اس کے فدائی ہیں، اس کی آرزو میں جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ (۱۴) دل اس کے نظارہ میں مست ہو گئے ہیں، جان نثار کرنے کے لئے ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں۔ (۱۵) اہلِ سعادت اس پھول کی خوشبو سے جنت کے باغ کی نسیم پاتے ہیں۔ (۱۶) اور جس کی نظر اس میں اندھی ہے وہ اس جمال کے پرتو سے دور ہے۔ (۱۷) چمگادڑ سورج کے جمال کی روشنی سے ہمیشہ نا امید ہے۔ (۱۸) آفاق سورج سے منور ہو گئے اگر چمگادڑ نے نہیں دیکھا تو غم نہیں ہے۔ (۱۹) آفتاب اگرچہ بے حجاب ہے لیکن کثرتِ نور کے باعث نقاب میں ہے۔ (۲۰) ہم نے اس کا نام عقیدت و ارادت کی وجہ سے "وسیلۃ السعادت" رکھا۔ (۲۱) اگر لوگ اس کی تکمیل کا سال دریافت کریں تو بھی اس نام سے پہچان سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب ۱

مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وحقیقتِ کعبہ ربانی کے متعلق اُن کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت سے متعلق توضیحات اور جو کچھ ان کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حامداً للّٰه العظيم ومصليا على رسوله الكريم [اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے] اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ [اے اللہ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان اُن امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے]۔

برادران کرام مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین کے مکتوبات شریف یکے بعد دیگرے پہنچ کر اُن کے مضامین واضح ہوئے، دوستوں کو نصیحت کریں کہ جہاں تک ہو سکے فتنے کی آگ کو بجھائیں اور مخالفین کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور گستاخی کرنے والوں کو بزرگوں کے باطن کے حوالہ کریں ع

بادُرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد [تلچھٹ (گاد) پینے والوں کے ساتھ جو شخص بھی اُلجھا اُس نے منہ کی کھائی]

جب اہلِ ارادت ہی سے اس طرح کا ظلم و زیادتی ظاہر ہو تو پھر طریقہ کے مخالفین سے کیا شکایت کی جائے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ [ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے]۔ اس سے پہلے میاں اللہ داد کے ہمراہ ایک تحریر بھیجی گئی تھی جو کہ ان شاء اللہ تعالیٰ شبہ کے مادہ کو ختم کر دے گی، اس کے پہنچنے پر فتنہ دب جائے گا اور تنازعہ امر باقی نہیں رہے گا، آپ اچھی طرح مطالعہ کریں گے اور حقیقت کو پہنچ جائیں گے، اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوباتِ جلد اول کا دو سو نواں ۲۰۹ مکتوب جو کہ

میر محمد نعمان کے نام ہے اس کا بھی مطالعہ کریں اور تسکین حاصل کریں۔ حاصل کلام چونکہ آپ حضرات نے سوال کیا ہے اس لئے جواب کے بغیر چارہ نہیں رکھتا اور یہ تحریر اس سے خالی نہیں رہنی چاہیے۔

سوال: "ہمارے حضرتِ عالی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقتِ کعبہ ربانی حقیقتِ محمدیؐ کے اوپر ہے، اس سے حقیقتِ کعبہ کا حقیقتِ محمدیؐ سے افضل ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ آنسرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات سے افضل ہیں، لولاہ لما خلق الافلاک وما اظہر الربوبیۃ [اگر وہ نہ ہوتے تو (اللہ تعالیٰ) آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور (اپنے) رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا] جیسا کہ (حدیثِ قدسی میں) وارد ہوا ہے۔"

جواب: اول یہ کہ حقیقتِ کعبہ ربانی معبودیت و مسجودیت کے مقام سے پیدا ہوتی ہے اور آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عبدیّت و عابدیت (بندہ اور بندگی کرنے والا ہونے) کے مقام میں ہے، اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ ذاتِ الٰہی جل سلطانہٗ ہو کیونکہ حقیقت میں معبود و مسجود وہی ہے یعنی وہ حقیقت جو اس صورت کی مسجودیت کا منشا (سبب) ہو گئی ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ وہ حقیقت ذاتِ حق عز برہانہٗ ہے پس اگر اس حقیقت کو حقیقتِ محمدی پر فوقیت و فضیلت ہو تو کیا خطرے کی بات ہے، اور اس بات کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ چوتھے جواب میں آئیگی اور معاملہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اور یہ جو (بعض حضرات) کہتے ہیں کہ ممکن چونکہ صورتِ کعبہ ہے اس کی حقیقت بھی ممکن ہی ہونی چاہیے وہ ذات کس طرح ہو گی۔ **جواب:** ہم کہتے ہیں کہ اس بزرگ گروہ کے طریقہ پر کسی چیز کی حقیقت اس چیز کی ذات اور ما بہ الشئ ھو ھو (ماہیت) سے عبارت نہیں ہے بلکہ اس کے وجودی توابع وجودی فیض کے مبدأ سے عبارت ہے اور وہ چیز اس کے لئے ظل کی مانند ہے۔ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تعینِ اول ہے جس کو وحدت کا نام دیا جاتا ہے اور تمام ممکنات کے حقائق کو جو کہ اعیانِ ثابتہ ہیں تعینِ ثانی میں جس کو کہ واحدیت کا نام دیا جاتا ہے ثابت کرتے ہیں اور ان دونوں تعینات کو وجوبی کہتے ہیں اور قدیم جانتے ہیں۔ نقش الفصوص کے مقدمہ میں کہا ہے کہ ممکن وجودِ متعین ہے پس اس کا ممکن ہونا اس کے تعین کی حیثیت سے ہے اور اس کا واجب ہونا اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہے۔ پس جس جگہ انھوں نے حقیقتِ کعبہ ربانی کو وجوب کے مراتب میں ثابت کیا ہے وہ قوم (صوفیائے کرام) کی اصطلاح پر مبنی ہے اور جس جگہ یہ لکھا ہے کہ ممکن کی حقیقت ضرور ممکن ہے وہ قوم کی اصطلاح پر نہیں ہے وہ علیحدہ تحقیق اور الگ قول ہے، آپ حضرات نے لکھا تھا کہ "کعبہ کی صورت ہی ظاہری صورت ہے

یا کوئی اور چیز ہے؟ میرے مخدوم! ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ نے تحریر فرمایا ہے[1] کہ صورتِ کعبہ پتھر اور مٹی کے ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے کیونکہ اگر بالفرض پتھر اور مٹی کے ڈھیلے درمیان میں نہ بھی ہوں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے، بلکہ صورتِ کعبہ باوجودیکہ عالمِ خلق میں
ص ۲۲ سے ہے (لیکن دیگر) اشیاء کے خلق کی طرح نہیں ہے بلکہ ایک پوشیدہ امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے (یہ) عالمِ محسوسات میں سے ہے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہے اور (اگرچہ) اشیاء کا متوجہ الیہا (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے اور (اس کے باوجود) کچھ بھی توجہ میں نہیں ہے وہ ایک ہست ہے جس نے نیستی کا لباس پہنا ہوا ہے اور ایک نیست ہے جس نے اپنے آپ کو ہستی کے لباس میں ظاہر کیا ہوا ہے، جہت میں ہو کر بے جہت اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے، غرضکہ یہ حقیقت کے مزاج والی صورت ایک ایسی عجیب ترین چیز ہے کہ عقل جس کے تشخص سے عاجز اور عقلمند لوگ جس کو متعین کرنے میں حیران ہیں گویا کہ عالمِ بیچونی و بےچگونی (بے مانند و بے کیف ہونے) کا نمونہ رکھتی ہے اور بے مثل و بے مثال ہونے کا نشان اس میں پوشیدہ ہے انتہیٰ۔

دوسرے یہ کہ ایک حقیقت کا دوسری حقیقت پر فائق ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر فضیلت کا سبب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر ترقیات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب میسر ہوں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت میں ہی رکا ہوا ہو اور اپنی حقیقت سے اوپر ترقی نہ کرے اور قرب کے مراتب کو جن پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملأ اعلیٰ (فرشتوں کے گروہ) کی ولایت خواصِ بشر کی ولایت سے اوپر ہے اور فرشتے کے حقائق سے ترقی حاصل ہونے کے اعتبار سے فضیلت خواصِ بشری کے لئے ہے اور فرشتے کو اپنے حقائق سے آگے ترقی حاصل نہیں ہے۔ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ[2] [اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معین مقام ہے]۔

شرح مواقف میں ہے کہ "بیشک فرشتے اگرچہ بعض امور میں بشر پر فوقیت رکھتے ہیں لیکن فضیلت جس کا مطلب ثواب کا زیادہ ہونا ہے بشر کے لئے ہے"۔ اور نیز عالمِ امر عالمِ خلق کے اوپر ہے اور فضیلت عالمِ خلق ہی کے لئے ہے کیونکہ عالمِ خلق کا قرب اصلی ہے اور عالمِ امر کا قرب ظلی ہے، عنصرِ خاک عالمِ خلق و عالمِ امر کے لطائف میں سب سے نیچے درجے کا لطیفہ ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاکیوں (انسانوں) کو حاصل ہے وہ قدسیوں (فرشتوں) کو حاصل نہیں ہے۔

---

[1] مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم مطبوعہ امرتسری ص ۱۴۶ و ۱۴۷ - [2] سورت ۳۷ آیت ۱۶۴

ع زمین زادہ بر آسمان تاختہ — زمین و زماں را پس انداختہ

[زمین زادہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (معراج میں) آسمان پر تشریف لے گئے (اور پھر) زمین و زمان کو پیچھے چھوڑ گئے]

تیسرے یہ کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے لکھا ہے کہ حقیقتِ محمدی تنزیہ و تقدس کی بلندی سے آنحضرت (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مقاماتِ نزول کی نہایت ہے اور حقیقتِ کعبہ عروجِ کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے، مرتبۂ تنزیہ پر حقیقتِ محمدی کے عروج کرنے کے لئے پہلا زینہ حقیقتِ کعبہ ہے اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے عروجات کی انتہا کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔[1] پس اس تقدیر پر ہر لحاظ سے فوقیت ثابت نہیں ہوئی تو افضلیت کہاں سے آ گئی۔

چوتھے یہ کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام محمد و احمد دونا موں کے ساتھ موسوم ہیں
۲۳ ہر ایک اسم کی ولایت علیحدہ ہے، آپ کے وجودِ عنصری اور آپ کے اس عالمِ ظلمانی کو ہدایت کرنے کے اعتبار سے آپ کا اسمِ مبارک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہے اور اس مبارک اسم کی ولایت اس اسمِ الٰہی سے نشو و نما پانے والی ہے جو اس عالمِ سفلی کی تربیت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور حقیقتِ محمدی کے ساتھ مسمّٰی ہے اور آپ کے روحانی وجود کے اعتبار سے جو کہ عالمِ ملکوت اور روحانیوں کا مربّی (پرورش کرنے والا) ہے اور آپ وجودِ عنصری سے پہلے اسی وجود کے ساتھ نبی تھے اسی لحاظ سے آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کنت نبیا وادم بین الماء والطین [میں (اس وقت بھی) نبی تھا جبکہ آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی (گارا) کے درمیان تھے] آپ کا نام پاک احمد ہے اور اس نام پاک کی ولایت شانِ جامع سے نشو و نما پانے والی ہے جو کہ حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا مبدأ اور اصل ہے اور اس نورانی عالم کی تربیت کے لئے مناسب ہے جو کہ حقیقتِ احمدیہ کے ساتھ موسوم ہے اور حقیقتِ کعبۂ ربانیہ سے بھی تعبیر کی جاتی ہے اور جو نبوت کہ عالمِ عنصری سے تعلق رکھتی ہے وہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے صرف ایک حقیقت کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور اس مرتبہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب (مربّی) وہ شان (بھی) ہے اور اس شان کا مبدأ بھی اسی لئے اس مرتبہ کی دعوت پہلی دعوت سے کامل تر ہوئی کیونکہ وہ دعوت عالمِ امر اور روحانیوں تک محدود تھی اور اس مرتبہ کی دعوت عالمِ خلق و امر دونوں کو شامل ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک حقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر دو اسم مبارک کے اعتبار سے آپ کے فطری مکان کے درجے میں ہے اور ان دونوں حقیقتوں کے اوپر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے لاتعداد اور بے شمار عروجات ہیں

[1] مکتوب ۲۰۹ دفتر اول مکتوبات مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

(جن کی انتہا کو علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی جانتا ہے اور فضیلت کا مدار اور برگزیدہ و برتر ہونے کا انحصار اسی پر ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حقیقتِ کعبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ کا ایک جزو ہے جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی و روحانی و خلق و امر کے کمالات کی جامع ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ فوقیت جس کے بارے میں بحث ہے در اصل آں سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض کمالات کی آپ کے بعض کمالات پر فوقیت ہے۔

جاننا چاہئے کہ حقیقتِ محمدی کے لئے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے کلام میں دو اطلاق ہیں ایک وہ ہے جو حقیقتِ احمدی و حقیقتِ کعبۂ ربانی کے تقابل میں اوپر بیان ہو چکا ہے، دوسرا اطلاق وہ ہے جو دونوں حقیقتوں کے درمیان جامع ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک اس کا جزو ہے اور اس کو حقیقۃ الحقائق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سوال: آپ نے پہلے جواب میں حقیقتِ کعبہ کو مقامِ معبودیت و مسجودیت سے (ہونا) ثابت کیا ہے اور حق جل و علا کی ذات قرار دیا ہے اور کمالِ محمدی کو مقامِ عبدیت میں منحصر کیا ہے اور معبود و مسجود کو عابد و ساجد پر فضیلت و برتری دی ہے اور اس جگہ حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدی کا جزو کہا ہے الخ۔ ص ۲۴
بظاہر ان دونوں تحقیقات میں تضاد ہے ان میں توفیق کی صورت کیا ہے؟ (جواب) میں کہتا ہوں جو کچھ اس مسکین کے ناقص خیال میں آتا ہے یہ ہے کہ بزرگوں نے حقیقتِ کعبہ کو ذاتِ حق جل شانہٗ کہا ہے، اس مقام میں ذات البتہ شیون میں سے ایک شان اور اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہو گا نہ کہ وہ ذات جو تمام نسبتوں سے خالی ہے کیونکہ اس مرتبۂ عالیہ کو تمام عالم کے ساتھ ذاتی استغنا ہے اور مرتبۂ اطلاق ذات تعالیٰ کو مسجودیت و معبودیت یا اس کی مانند کسی اور اعتبار کا لحاظ کئے بغیر کعبہ کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی مناسبت ہے پس حقیقتِ کعبہ کسی اعتبار یا شان کے ساتھ ماخوذ ذات ہونی چاہئے اور جو ذات کسی شان کے ساتھ مقید ہو گی وہ شیون میں سے ایک شان ہے اور مناسب وہ ہے جو معقولات والوں نے کہا ہے کہ علم الشئ بالوجہ میں علم وجہ کے ساتھ ہے نہ کہ شے کے ساتھ، اور یہ بات ثابت ہے کہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تمام شیون کی جامع ہے پس یہ شان بھی جو کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی ہے اس حقیقتِ جامعہ میں داخل ہو گی اور اس کا جزو ہو گی اور تضاد دور ہو جائیگا کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حقیقتِ محمدی کے لئے دو اطلاق ہیں۔ پہلا جواب کہ جس میں حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدی کا مسجود قرار دیا ہے پہلے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ حقیقتِ احمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے مقابل ہے اور یہاں جو حقیقتِ کعبہ کو جزو کہا ہے (یہ) دوسرے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ

حقیقۃ الحقائق ہے۔

اگر کہا جائے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تمام شیون و اعتبارات کی جامع ہے لیکن اُن شیون کے اطلاق کے اعتبار سے نہیں بلکہ علم میں اس کے حاصل ہونے اور اجمالی علم کے تعلق سے اُس کے معین ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقتِ محمدی علمِ اجمالی سے عبارت ہے اور حقیقتِ کعبہ نفسِ شان ہے نہ کہ اُس کی صورتِ علمیہ پس اس کا جزو ہونا ممنوع ہے۔"

(اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ قوم (صوفیہ) کے طریقہ پر شان کی صورتِ علمیہ علم و معلوم کے اتحاد کے اعتبار سے نفسِ شان ہے اور ہمارے حضرتِ عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ کے طریقہ پر جو کہ عینیت کے قائل نہیں ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرت عالیؒ نے لکھا ہے کہ "حقیقتِ احمدی جو کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی سے تعبیر کی جاتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وجودِ اعتباری کا مبدا شانِ علم ہے اور یہ معنی کہ وہ مبدا ہے ہوسکتا ہے کہ وہی ذات ہو جو شان سے ماخوذ ہے پس حقیقتِ محمدی دوسرے اطلاق کے اعتبار سے دونوں حقیقتوں
۲۵ کی جامع ہوئی اور حقیقتِ کعبہ اُس کے بعض کمالات ہوں گے، بیشک حقیقتِ محمدی پہلے اطلاق کے اعتبار سے اُس شان کی جامع نہیں ہے بلکہ اس کی صورتِ علمیہ کی جامع ہے پس غور کیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جایئے۔" اس تحقیق سے قوم کی اصطلاح پر اصل سوال کا پانچواں جواب ظاہر ہوا کیونکہ حقیقتِ کعبہ اگرچہ فوقیت رکھتی ہے لیکن علم کے احاطہ علم و معلوم کے اتحاد کے اعتبار سے حقیقتِ محمدی میں مندرج ہے پس افضلیت ممنوع ہے کیونکہ جزو کو کل پر تقدم و فوقیت ہے جس سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور یہ جو پہلے جواب میں مذکور ہوا کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کمال عبدیت و عابدیت میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبدیت و عابدیت ایک کمال ہے جو آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات کے تعینِ امکانی سے یا اطلاقِ اول کے ساتھ اس کی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلق طور پر اس لئے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقتِ حقیقی جو کہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے حقیقتِ کعبہ کو حاوی ہے پس جو کمال حقیقتِ کعبہ کے لئے ثابت ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کے لئے بھی ثابت ہوگا اور فضیلت اُن (سرورِ کائنات) علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی حقیقت کو ہوگی۔ یا میں کہتا ہوں کہ آپ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کمالِ عابد کی صورت و حقیقت کے اعتبار سے ہے لیکن حقیقتِ کعبہ کا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کا معبود و مسجود ہونا اطلاقِ ثانی کے اعتبار سے ممنوع ہے بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس مقام میں ایک حقیقت ہے جو حقیقتِ کعبہ کے اوپر ہے: وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ [اور ہر علم والے کے اوپر علیم ہے]۔

تنبیہ ۱۷: اس مکتوب میں جو تحقیق درج ہے وہ مکتوب ۲۰۹ جلد اول مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مطابق ہے اور (حضرت مرصوف کے) دوسرے مکاتیب میں بھی اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں اور حقیقۃ الامر اللہ سبحانہٗ ہی کے پاس ہے، وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ والسلام

مکتوب ۲

مولانا حسن علی کے نام اُن کے اُس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجددِ الفِ ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادرم مولانا حسن علی کا گرامی نامہ موصول ہو کر اس کا مضمون واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض دریافت کرنے والے پوچھتے ہیں کہ مجددِ الفِ ثانی کی تعریف کیا ہے اور اُس کے آثار و علامات کیا ہیں اور آپ کے حضرتِ عالی میں ان کمالات میں سے کیا ظہور میں آئے ہیں تاکہ حضرتِ عالیؒ کی شان میں آشنا و بیگانہ کو اس اسم کے اطلاق میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔"

میرے مخدوم! مجددِ الف ہونا ایک کشفی اور الہامی امر ہے جو اس معاملہ والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے کسی ایسے امر کا التزام نہیں ہے کہ آثار و علامات کے ساتھ آشنا و بیگانہ کو قائل کیا جا سکے، جو شخص ۲۶
کہ آشنا ہے اور سعادتِ ازلی رکھتا ہے وہ باطنی مناسبت کے ذریعہ اہل اللہ کے اسرار کو قبول کر لیتا ہے اور ان اکابر کے فیوض و برکات کا مورد ہو جاتا ہے اور جو شخص بیگانہ و بے سعادت ہے اگر وہ باطنی نامناسبت کی وجہ سے اُن اسرار کی تہ کو نہیں پہنچا وہ قبول نہیں کرتا اور اُن حضرات کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے، غیر لوگ بحث سے خارج ہیں ہم کو ان کے ردّ و قبول سے کوئی سروکار نہیں، منکروں نے قرآن مجید جیسا روشن معجزہ دیکھا اور انکار کرتے رہے اس کے باوجود جس شخص کو تیز نظری کی قوت عطا کی گئی ہے اگر وہ حضرتِ عالیؒ کے اطوار و عادات میں اچھی طرح غور کرے اور جن فیوض و برکات و کمال و اکمال اور علوم و اسرار سے وہ پیشوائے صالحین ممتاز ہیں مشاہدہ کرے تو وہ بلا تکلف اُن کے مجدد ہونے کا فیصلہ کرے گا۔ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے جلد ثانی کے چوتھے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ "یہ معارف ولایت کے احاطہ سے باہر ہیں، اربابِ ولایت علمائے ظاہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں، یہ علوم انوارِ نبوت علیٰ اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے مشکوٰۃ (چراغ دان) سے مقتبس (حاصل کئے گئے) ہیں جو کہ الفِ ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے

طور پر تازہ ہوئے ہیں اور ترو تازگی کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں، ان علوم و معارف والا بزرگ اس الف (ہزار سال) کا مجدد ہے جیسا کہ اُس کے ان علوم و معارف میں جو ذات و صفات و افعال سے متعلق اور احوال و مواجید و تجلیات و ظہورات پر مشتمل ہیں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ جانتے ہیں کہ یہ تمام علوم و معارف علما کے علوم اور اولیاء کے معارف سے ماوراء ہیں بلکہ اُن کے علوم ان علوم کے مقابلہ میں پوست کی طرح اور یہ معارف اُس پوست کے مغز کی مانند ہیں، اللہ سبحانہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

جان لیں کہ ہر سو سال کے سر پر ایک مجدد گذرا ہے (لیکن) سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور ہے، سو اور ہزار کے درمیان جسقدر فرق ہے ان دونوں کے مجددوں کے درمیان بھی اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جسقدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے اسی کے واسطے سے پہنچتا ہے خواہ اُس وقت کے اقطاب و اوتاد ہوں اور خواہ ابدال و نجبا ہوں۔ ع

خاص کند بندہ مصلحت عام را [عام لوگوں کی مصلحت کیلئے وہ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے]"

مکتوب ۳

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھا نیز ۲۷
کمالاتِ نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے پسندیدہ گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے مُلّا محمد حنیف کے دوستوں کے ہمراہ بھیجا تھا اور جس میں تازہ کیفیات اور جدید ترقیات و عروجات درج کئے ہوئے تھے پہنچکر مسرور کیا اور باطنی لذات کا سبب ہوا۔ اللّٰھم زد [اللہ تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمائے]

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ خاص الخاص نسبت جو ان دنوں میں ظاہر ہو رہی ہے یقین سے جانتا ہے کہ کہ کمالاتِ نبوت سے ہے اور پہلے جو کچھ ظاہر ہوا تھا وہ کمالاتِ ولایت میں داخل تھا الخ" بیشک اُس (تعالیٰ شانہ) کے کرم سے بعید نہیں ہے، کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے کی علامت اس حدیث کا مضمون ہے جو وارد ہوتی ہے کہ لن یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ [تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک ہرگز کامل مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے] احکام شرعیہ یعنی اوامر و نواہی مقتضائے طبیعت بن جائیں اور خواہشِ نفس ان کی موافقت کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "سابقہ نسبت کو اس نسبت کے ساتھ کہ جس پر فخر کرتا ہے عدم و ملکہ کی نسبت ہے، سوائے اس کے کہ اس

گذشتہ نسبت سے استغفار کرے اور کوئی وجہ نہیں دیکھتا، یہاں سب کچھ وہ ہے جو بیان سے بالاتر ہے الخ۔"
بیشک کمالاتِ ولایت کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ کیا نسبت، کمالاتِ ولایت کمالاتِ نبوت کے زینے اور اُس کے ظلال اور نمونے ہیں، اصل تک پہنچنے کے وقت میں ظل و نمونہ سے استغفار ہے۔ خواجہ رحمت علی کو جو کیفیت ظاہر ہوئی اور خواجہ (مذکور) کو نورِ محمدی سے گھرا ہوا اور اس میں مستہلک (فانی) پایا جو آپ نے لکھا تھا واضح ہوا، اس امر پر اللہ سبحانہٗ کا حمد و شکر ہے، خواجہ کو ہمارے ساتھ خاص مناسبت ہے، حق سبحانہٗ اس کے آثار ظاہر فرمائے اور میرزا رستم بیگ کو بھی اس نسبتِ عالیہ سے بہرہ ور فرمائے۔ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۴

میرزا ہادی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبت خاصہ کے حصول پر ترغیب اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد برادرِ گرامی سے عرض ہے کہ ان قریبی دنوں میں جو مکتوب آپ نے بھیجا تھا پہنچا اور مسرت کا باعث ہوا اور اُس عزیز (آپ) کا ایک اور مکتوب بھی اس سے کچھ مدت پہلے جو بظاہر آپ نے اکبر آباد سے لکھا تھا پہنچا تھا لیکن فاصلہ کی دوری اور کسی قاصد کا علم نہ ہونا جو اُس جانب روانہ ہو رہا ہو جواب نہ لکھنے کا عذر ہے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ صحت و عافیت سے ہیں اور فقراء کی یاد و محبت سے خالی و بے نیاز نہیں ہیں اور حاصل کئے ہوئے طریقے کی پابندی رکھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نفی اثبات معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ایک سانس میں اکیس بار ہو جاتا ہے اور اگر کبھی زیادہ کرنے کا قصد کرے تو ایک سانس میں چالیس بلکہ زیادہ تک پہنچ جاتا ہے۔" نیک و مبارک ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس عالی مرتبہ کام پر نتائج و ثمرات مرتب فرمائے اور تمام مقاصد و خواہشات سے خالی فرمائے چنانچہ باطن میں حق جل و علا کے سوا کوئی مقصد و خواہش نہ رہے بلکہ ارادے کی صفت بھی نہ رہے کیونکہ ولایت کے طریقہ پر بندگی کا مقام جو کہ ذلت و نیستی (فنائیت) و تسلیم و اطاعت ہے، ارادہ کی صفت جو کہ انانیت (میں پن) اور ہستی کا پتہ دینے والی ہے گوارا نہیں کرتا اور اس کا زوال ولایت کی شرط ہے اس نسبت کا حصول (اللہ تعالیٰ کے) کرم کی سبقت کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی قوی جذبات کے بغیر صرف ظاہری اعمال اس گرداب سے باہر نہیں نکالتے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "لوگوں کی صحبت کچھ اچھی

نہیں لگتی"۔ (ب) اس ذکر کے ثمرات میں سے ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ سب سے بیگانہ کر دے اور آفاق و انفس سے رہائی دلا دے اور حقیقی فنا تک پہنچا دے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(ذکر میں) مشغول ہونے کے وقت جو خطرات و وساوس اس وقت ہوتے ہیں ابتدا میں نہیں تھے، جمعیت پہلے اب سے بہتر تھی اور اب تنہائی کی لذت پہلے سے بہتر ہے، کچھ نہیں جانتا کہ وہ حالت بہتر تھی یا یہ"۔ میرے مخدوم! ہر حالت کے اچھا ہونے کی ایک وجہ ہے لیکن مطلب اس کے ماوراء ہے اس (مطلب) کے طالب رہیں، ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے) کے ماسوا ہر چیز سینہ سے رخصت ہو جائے اور اس کے ماسوا سے علمی و حبی تعلق ٹوٹ جائے، کیا کیا جائے کہ آپ کی صحبت قلیل تھی اگر کچھ عرصہ صحبت میسر آجائے تو امید ہے کہ ان معانی کا جمال باطن پر پرتو ڈالے اور مطلوب کی کوئی کھڑکی دل میں ظاہر ہو جائے، بہر حال ملاقات حاصل ہونے تک اذکار و طاعات کے معمولات میں مشغول رہیں اور مخالف کی صحبت سے دور رہیں اور ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تدبیر سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور اپنے عمل سے مایوس رہیں اور عمل کو ترک نہ کریں اعمل واستغفر [عمل کر اور استغفار کر] ۔ اور (اللہ تعالیٰ کے) فضل پر بھروسہ رکھیں اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سنت پر قائم رہیں اور مشائخ کی محبت پر ثابت قدم رہیں تاکہ ہمیشہ ان کے باطن سے فیوض و انوار حاصل کرتے رہیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵ ۲۹

سلطانِ وقت کے نام فنائے قلب و فنائے نفس اور مواعظ و نصائح پر مشتمل حدیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الانام وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام (اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے جو نعمتوں کا مالک ہے اور سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آلِ کرام اور اصحابِ عظام پر درود و سلام ہو) اما بعد احقر فقراء احباب والامین عرض کرتا ہے کہ یہ دعا گو اگرچہ ظاہری اعتبار سے حاضری کی دولت کے حصول سے دور و مہجور ہے اور اس قسم کے عظیم الشان کام اور بہت بڑے جہاد میں کہ ان دنوں میں (آپ کی) توجہ و اقبال کی باگ جس کی طرف پھری ہوئی ہے داخل نہیں ہے لیکن معنوی و باطنی اعتبار سے خدمت و حضور میں ہے اور فتح و نصرت کی دعا کے ساتھ جو کہ فقراء کا وظیفہ (معمول) ہے مشغول و مصروف ہے۔ ع

دیدۂ سعدی وجان ہمراہ تست　　[سعدی کی آنکھیں اور جان تیرے ہمراہ ہیں]

حدیث شریف میں آیا ہے: المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] چونکہ (یہ فقیر) محبت صحیح رکھتا ہے (اس لئے) باطنی لحاظ سے کسی مقام اور معرکہ میں خدمتِ عالی سے جُدا نہیں ہے اور ہر جگہ باطنی معیت رکھتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

از دروں شو آشنا واز بروں بیگانہ وش　　ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

[تُو اندر سے آشنا ہوجا اور باہر سے (ظاہر میں) بیگانوں کی طرح رہ، ایسی اچھی صفت والا شخص دنیا میں بہت کم ہوتا ہے] بیشک صوفی کائن بائن ہوتا ہے یعنی ظاہر کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ موجود اور حقیقت و باطن کے اعتبار سے اُن سے جدا ہوتا ہے کیونکہ اُس کا باطن و حقیقت اُس کے ظاہر سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز سے ٹوٹ کر منزلوں دُور چلا جاتا اور غیب الغیب سے مل جاتا ہے، ظاہر کی غفلت اس کے باطن میں سرایت نہیں کرتی، عوام کا باطن ظاہر کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظاہر کی غفلت (اُن کے) باطن میں سرایت کرتی ہے اور خواص کے لئے کہ جن کا باطن ظاہر سے منزلوں منقطع ہوچکا ہے ایسا نہیں ہے اور ظاہر کی غفلت باطن میں راہ نہیں رکھتی اور اس کے حضور و آگاہی میں کچھ نقصان نہیں لاتی کیونکہ حضور و آگاہی اس کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہوجاتی اور اس کی صفتِ لازمہ بن جاتی ہے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہوتی ہے کہ کسی وجہ سے بھی اس سے جُدا نہیں ہے، اس راستہ کے بعض سالکوں کو یہ قطع تعلق اور ماسوا کو بھول جانا اس درجہ تک حاصل ہوجاتا ہے کہ اگر وہ تکلف سے بھی ماسوا کو یاد کریں ہرگز ان کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اُن کو دیدی جائے (تب بھی) ماسوا کے اس نسیان کے سبب سے جو ان کو حاصل ہوچکا ہے ماسوا کا خیال ہرگز اُن کے باطن
صفحہ ۳۰ میں راہ نہ پائے، یہ کمالِ ولایت کے کمالات میں سب سے پہلا کمال ہے اور فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اشیاء کے علمِ حصولی کے زوال سے وابستہ ہے، اگر اس مقام سے ترقی واقع ہوجائے اور علمِ حضوری بھی جو کہ اس مقام میں علم و عالم کا اتحاد ہے علمِ حصولی کی طرح زوال کی طرف رُخ کرے اور صحرائے عدم کی طرف سامان لے جائے تو (یہ) فنائے نفس ہوتی ہے اس کے بعد نفس اطمینان کے مقام میں آجاتا، احکامِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ کا فرمانبردار ہوجاتا، اسلامِ حقیقی سے مشرف ہوجاتا، راضی و مرضی (عمدہ و پسندیدہ) ہوجاتا اور آیت کریمہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [اے اطمینان پائے ہوئے نفس تو راضی و مرضی (پسندیدہ) ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا] کا مصداق ہوجاتا ہے اور ان دونوں کمالات کے اوپر دوسرے اور کمالات بھی ہیں جو ان دونوں کمالات کے ساتھ مشروط ہیں ۹۸
۲۹-۲۷

اُن کمالات کو کیا بیان کرے۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا [میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کر لیجئے]

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ وما کتمہ احظی لدیہ واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب بہتر ہے]

اور ہم اس مکتوب کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی حدیث پر ختم کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے صبح کی نماز میں ہمارے پاس آنے سے تاخیر کی (یعنی روز مرہ کے وقت پر تشریف نہ لائے) حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب کے قرص کو دیکھ لیں پھر آپ جلدی سے نکل کر تشریف لائے بس نماز کے لئے تکبیرِ اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اپنی نماز میں تخفیف کی پھر جب سلام پھیرا اور اپنی بلند آواز کے ساتھ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی صفوں میں اسی طرح بیٹھے رہو جس طرح کہ بیٹھے ہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو بیشک میں تم کو ابھی اس چیز کی خبر دونگا جس نے مجھ کو آج کی صبح تم سے روکا، (وہ یہ ہے کہ) میں رات کو (نمازِ تہجد کے لئے) اٹھا پس میں نے وضو کیا اور جسقدر نماز میرے لئے مقدر تھی پڑھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اُونگھ آگئی یہاں تک کہ میں بھاری ہو گیا (یعنی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میرا بدن وزنی ہو گیا) پس ناگہاں میں نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو اچھی صورت (صفت) میں دیکھا پس اُس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ پروردگار نے فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار یہی فرمایا (اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ (اس نے) اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان پائی پس میرے لئے ہر چیز ظاہر و روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ پھر فرمایا اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ فرمایا فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا کفارات میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا (نماز کی) جماعتوں کی طرف قدموں سے چلنا اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور نا خوشگواریوں کے وقت (بھی) وضو پورا کرنا۔ فرمایا پھر کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا درجات کے بارے میں۔ فرمایا اور وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کھانا کھلانا اور بات میں نرمی کرنا اور رات کے کسی حصہ میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (جو کچھ چاہے) مانگ۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَ فِتْنَۃً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ وَاَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزمائش) کا ارادہ فرمائے پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بلا شبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ اور میں نے محمد بن اسمٰعیل ص ۳۱
(بخاری قدس سرہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور (ترمذی) نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

مکتوب ٦

خواجہ محمد حنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ برادرِ عزیز (آپ) بھی عافیت و استقامت کے ساتھ ہوں گے اور اُن (آپ) کا آنے والا دن گذرے ہوئے دن سے بہتر ہوگا۔ آپ نے من استوی یوماہ فھو مغبون [جس شخص کے دو دن ایک حالت پر گذرے وہ خسارے میں ہے] سُنا ہوگا۔ ایک مدت ہوگئی کہ آں عزیز (آپ) کا کوئی خط اور کوئی خبر نہیں پہنچی دل کو تشویش ہے۔ ع

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش [اے خدا! وہ جس جگہ بھی ہیں تو اُن کو سلامت رکھ]

مسافت کی دُوری ایک طرح کا عذر معلوم ہوتی ہے الحمد للہ کہ (یہاں) مجموعی طور پر جمعیت حاصل ہے آپ بھی جمعیت کے ساتھ رہیں اور مطلوب کی تلاش و انتظار سے ایک لحظہ بھی بے فکر نہ رہیں اور ہمیشہ نایافت (نہ پانے) کے درد کی وجہ سے فکر مند و غمگین اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے سے حتی الامکان

[1] المشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔ (فائدہ) اس حدیث کو حضرت عبد الرحمٰن بن عائش و حضرت ابن عباس و حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے بعض الفاظ کے اختلاف اور کمی بیشی کے ساتھ المشکوٰۃ المصابیح و دیگر کتب حدیث میں روایت کیا گیا ہے۔ (مترجم)۔

گریز کریں۔ الاستیناس بالناس من علامات الافلاس [لوگوں کے ساتھ انسیت بڑھانا افلاس کی علامات میں سے ہے] اور ان فقرا کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور ظاہری و باطنی کیفیات لکھتے رہیں کیونکہ دل منتظر رہتا ہے، دل کو آپ کے ساتھ خاص تعلق ہے اور آپ کے کمالات کا خواہاں ہے۔ انہ قریب مجیب ۰ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۷

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کے مکتوباتِ گرامی نے یکے بعد دیگرے موصول ہو کر خوش وقت کیا اور اُن کے خون آمیز و جنون انگیز مضامین اور اُن سے ایک دوسرے کے متضاد و مخالف امور کے اجتماع کا تصور واضح ہوا، بیشک عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے جمع کر دینے سے پہچانا]، اس سے خاص الخاص نسبت ظاہر کی گئی ہے امید ہے کہ آپ کی محبت اور دیوانگیاں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑیں گی، جب (یہ فقیر) آپ کے باطنی آئینے کو ملاحظہ کرتا ہے تو اُس چاند کی مانند پاتا ہے جو سورج کے بالمقابل بدرِ کامل ہو گیا ہو، والغیب عند اللہ سبحانہٗ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے] اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خاص الخاص نسبت ظاہر ہوتی ہے اور ایک طرح کی مخصوص مہربانی نظر آتی ہے" یہاں تک کہ آپ نے لکھا ہے کہ "یہ نسبت عالم سے وخرّ موسیٰ صعقاً [اور موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر گر گئے] (کی مانند) ہے" نیک و مبارک ہے امید ہے کہ یہ تجلی خلق و امر کے لطائف کو ڈھانپ لے اور ان میں سے کسی ایک کے عین واثر کو بھی نہ چھوڑے۔ آپ نے اصالت سے کچھ حصہ (حاصل ہونے) کی طلب کی تھی — میرے مخدوم! اگر اصالت سے آپ کی مراد وہ نسبت ہے جو ظلال سے ماوراء ہے اور وہ معاملہ مراد ہے جو ولایتِ صغریٰ سے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے باہر ہے جیسا کہ خواجہ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس سرہٗ) نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "میں سات سال مولانا عارف ریوگری کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز (مقدس) کے سفر پر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی مثل یا ان کی باطنی کیفیت کا کچھ بھی مظہر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ آتا" تو (آپ کا مطالبہ) نہایت معقول ہے اور اس کے حصول کی طلب کرنا برمحل ہے اگرچہ یہ آپ کو حاصل ہے اور اگر آپ اصالت سے

حصہ اس معنی میں چاہتے ہیں کہ جس کے ساتھ انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والسلام ممتاز ہیں اور اصالت کا حصہ اُن بزرگوں کا نصیب وقت ہے اور دوسرے سب طفیلی و پس خوردہ کھانے والے ہیں اگرچہ وہاں برگزیدہ حضرات کی متابعت کے طفیل مراتبِ ظلال کو پس پشت ڈال کر اصل الاصل سے واصل ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اصل سے حصہ (حاصل کرنا) دوسری بات ہے کما لا یخفٰی علیٰ اربابہٖ [جیسا کہ اس کی اہلیت والوں پر پوشیدہ نہیں ہے] پس یہ امر محض موہبت (بخشش الٰہی) ہے اُس کے حصول کا اس بے بال و پر سے سوال کرنا محض خیال ہے، کسب و عمل و دعا و توجہ اور جذب کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں، (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی ہونی چاہئے اور بس. جاننا چاہئے کہ یہ جائز بلکہ واقع ہے کہ افرادِ امت میں سے کچھ حضرات کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل اصالت سے حصہ حاصل ہو اگرچہ وہ لوگ قلیل بلکہ اقل ہوں، دو تین آدمیوں سے زیادہ کا اس بزرگی کے ساتھ ممتاز ہونا معلوم نہیں ہوتا۔

مکتوب ۸

حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طریقہ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواعظ و نصائح تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، برادرِ عزیز مولانا محمد حنیف کے مکتوبِ گرامی نے موصول ہو کر مسرور و خوش وقت کیا اور بعض اہلِ طریقت (احباب) کے پسندیدہ احوال جو آپ نے لکھے تھے
اُن کے مطالعہ سے اور بھی خوشی حاصل ہوئی، اے اللہ دین میں ہمارے بھائیوں کو زیادہ کر اور ہمیں اور ص ۳۲
اُن کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ آپ کو چاہئے کہ توجہات سے اُن کو محروم نہ رکھیں اور نسبت کی حفاظت اور دائمی ذکر و مراقبہ اور آدابِ طریقت کی طرف اُن کی رہنمائی کریں اور مخالفین کی صحبت سے باز رکھیں اور اتباعِ سنت کا امر کریں تاکہ ترقی کی راہ کھلی رہے اور جو شخص شوق و آرزو کے ساتھ طریقہ سیکھنے کی خواہش کرے اس کو طریقہ کی تعلیم دیں اور سردی (سستی) کو اس امر میں واقع نہ ہونے دیں اور طالبین کے کام میں سرگرم رہیں اور اگر کسی طالب کو ذکر اثر نہ کرے تو اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوف قلبی کا امر کریں اور توجہات کریں امید ہے کہ ذکر اثر کرے گا، نیز آپ کو چاہئے کہ اہلِ دنیا سے ملاقات کا راستہ حتی الامکان بند کر دیں اور گوشۂ نامرادی کی عادت ڈالیں اور چند روزہ زندگی کو آخرت کا زادِ راہ (توشہ) حاصل کرنے میں مصروف رکھیں اور تمام امور کو حق جل و علا کی بارگاہ کے سپرد کر دیں۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا [وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز بنا لے] اور اگر طبیعت میں صحرا کا شوق ہو تو صحرا کی سیر کے لئے نکل جائیں، حاصل کلام ع

ہر کجا خود نباشی آں جا باش [جس جگہ تو خود نہ رہے وہاں رہ]

والسلام علیکم و علے سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفٰے علیہ و علے آلہ الصلوٰت و البرکات العلیٰ۔

مکتوب ۹

غلام محمد فاروق کے نام، واقعہ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفسار کے جواب میں جو حدیث لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے، برادر اعزّ وارشد میاں غلام محمد فاروق کا مکتوب مرغوب پہنچا، بے اندازہ خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ کمال کے درجات پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "غیب سے ایک آواز کان میں پہنچی کہ تو اللہ تعالیٰ کے اولیا میں سے ہے اور یہ آواز تین چار بار سُنی گئی" اس کے مطالعہ نے مسرور کیا، بہت بڑی بشارت ہے امید ہے کہ شیطانِ لعین کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا اور (یہ بشارت) رحمانی ہوگی اور یہ جو مراقبہ میں منھ کے سامنے ایک آفتاب کی نہایت منور صورت ظاہر ہوئی اور اس کے گرد مختلف قسم کے رنگ شعلہ مارتے تھے اور بے شمار پانی میں مختلف رنگوں کے ساتھ پرتو ڈالتے تھے، وہ آفتاب نزدیک ہونے لگا یہاں تک کہ آپ کے وجود میں داخل ہوگیا اور غائب ہوگیا۔ (یہ واقعہ) بہت روشن اور قابلِ قدر ہے، یہ واقعہ سابقہ واقعہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ نور آپ کے عینِ ثابتہ کا پرتو ہو کہ جس نے آپ کو اپنے ساتھ بقا بخشی ہے اور عینِ ثابتہ کے ساتھ متحقق ہونا کمالاتِ ولایت سے ہے، آیتِ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَ جَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا الآیہ [اور کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنا دیا] کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب نور کسی سینہ میں داخل ہوجاتا ہے تو وہ سینہ کھُل جاتا ہے، پس عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "ہاں دار الغرور (دنیا) سے الگ رہنا اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے" کوشش کریں کہ اس نور کے کمال کے ساتھ متحقق ہوجائیں وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [اور اس میں ۳۲

سلہ سورت ۷۳، آیت ۹۔ سلہ سورت ۶، آیت ۱۲۲۔ سلہ سورت ۸۳، آیت ۲۶

رغبت کرنیوالوں کو رغبت کرنی چاہیے] یہ دونوں واقعے بشارت دینے والے ہیں اور امیدوار بناتے ہیں۔ اور آپ نے حدیث لا صلوٰۃ الا بحضور القلب اور اس جماعت کے بارے میں لکھا تھا جو دائمی حضور قلب (حاصل ہونے) اور خطرہ کے نفی ہو جانے کے ساتھ مشرف ہے۔ میرے مخدوم! اگر حدیث شریف میں قلب سے مراد لطیفہ معین ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو جو جماعت حضور کے ملکہ (صفتِ راسخہ) سے مشرف ہے ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس نماز سے حصہ رکھتے ہیں اور اگر قلب سے لطیفہ معین مراد نہ ہو اور کلی طور پر حضور مراد ہو کہ کسی راستے سے بھی غفلت و خطرہ (وارد) نہ ہو تب بھی یہ جماعت اُس نماز سے بہت زیادہ حصہ رکھتی ہے کیونکہ اس معاملہ میں عمدہ چیز قلب ہے اور (وہ) اُس کا منظورِ نظر ہے جب وہ (قلب) حضور کے ساتھ موصوف ہو اگر اس کا غیر غفلت و خطرہ میں ہو تو اس قدر مضرت نہیں رکھتا کیونکہ غفلت وہ (غیر قلب) رکھتا ہے، گویا قلب کی غفلت اور خطرہ ذاتی اور باطنی مرض ہے اور حضورِ قلب کے ہوتے ہوئے خیال کی غفلت و خطرہ عارضی و خارجی مرض ہے کیونکہ قلب سے خطرہ دور ہونے کے بعد خطرہ کے وارد ہونے کی جگہ دماغ و خیال ہے، ان دونوں امراض میں بہت فرق ہے: رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔ پ ۲۸

(حضورِ قلب کی چیز نماز سے زیادہ بہتر ہے)

مکتوب ۱۰

خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر آفاقی جو کہ مقاماتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں سیرِ انفسی کے ضمن میں اجمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفس سے باہر چلا جاتا ہے اور انفس و آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اپنے آپ سے رہائی عطا فرما کر اپنی پاک بارگاہ کی بینائی (معرفت) مرحمت فرمائے، اس حدود کے درویشوں کے حالات حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ بزرگ بھائی (آپ) بھی ظاہری و باطنی جمعیت کے ساتھ مزین ہوں گے۔

میرے مخدوم! وصل و شہود کی حقیقت کا وعدہ کل (قیامت) پر رکھا گیا ہے آج (اس دنیاوی زندگی میں) ہم سے اور آپ سے بندگی کے وظائف (اعمال) طلب کرتے ہیں۔ بندگی کے وظائف دو قسم کے ہیں ایک قسم وہ (اعمال) ہیں کہ جن کے حاصل کرنے میں عمدہ چیز ظاہری اعضا ہیں یعنی (وہ اعمال) نماز،

روزہ، صدقہ (زکوٰۃ) حج اور جہاد وغیرہ ہیں اور دوسری قسم وہ (اعمال) ہیں جو باطن سے وابستہ ہیں یعنی ۳۵
توبہ، زہد، توکل، تفکر، اخلاص اور رضا وغیرہ اور ان مقامات کا جدا جدا سلوک (طے کرنا) نہایت دشوار ہے
بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب تک پہنچنے سے جیسا کہ اس دنیا کے لئے مناسب ہے باز رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ
جل شانہٗ کا جذبہ دستگیری نہیں فرماتا، پس ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو مطلوب کے مقابل ہو اور مقصود تک
پہنچانے میں خلاف ورزی نہ کرے۔ اور ان مقامات کا خلاصہ اجمال کے طور پر اس کے ضمن میں سہولت کے
ساتھ حاصل ہو جائے اور اعضا کے اعمال میں کامل آسانی پیدا کرے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو ہمارے بزرگوں
نے اختیار کیا ہے اور اس کی ابتداء کو انفس سے مقرر کیا ہے جو کہ جذب و محبت کو شامل ہے، آفاقی سیر اور
مقامات کا سلوک (طے کرنا) اس معاملہ کا طفیلی ہے کیونکہ محبت جب ساعت بساعت غلبہ پالیتی ہے تو
محبوب کے ماسوا سے لمحہ بہ لمحہ انقطاع حاصل ہو جاتا ہے اور اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ نگاہِ باطن میں محبوب
کے سوا کچھ نہیں رہتا اور علمی و حبی تعلق غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے ضمن میں مقاماتِ مذکورہ کی حقیقت
متحقق ہو جاتی ہے اور چونکہ محب کے لئے محبوب کی اطاعت لازم ہے (اس لئے) المرءُ مع من احب
[آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مصداق وہ اعضا کے اعمال کی پابندی میں بھی سرگرم
رہے گا، چونکہ محبوب آفاق و انفس سے ماوراء ہے (اس لئے) عارف بھی انفس سے آفاق کی طرح گذر جاتا ہے
اور بے اختیار محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کر لیتا ہے اور چونکہ اس دنیا میں قوتِ مدرکہ کو اس قدر
طاقت نہیں ہے کہ اس معیت کی کنہ کو پا سکے کیونکہ وہ (معیت) عالمِ آخرت کے ساتھ موعود (وعدہ کی گئی) ہے
اس لئے وہ آج (اس دنیاوی زندگی میں) ظاہری عبادات کے وظائف اور باطنی مراقبات کے لطائف کے
ساتھ زندگی گذارتا ہے تاکہ کل (آخرت میں) اس کے مطابق قوتِ باصرہ حاصل ہو جائے اور اس معیت
کی حقیقت کو پالے پس چاہئے کہ وہ بھائی (آپ) وظائفِ اعمال کی ادائیگی میں اچھی طرح کمرِ ہمت باندھیں
اور اعمال کی کیفیت و کمیت (حالت و مقدار) کے زیادہ کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور باطن کو دائمی
توجہ و اقبال سے آباد رکھ کر مطلوب کے ماسوا کی طرف توجہ کرنے سے حتی الامکان باز رہیں، وَذَرُوا ظَاهِرَ
الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ [ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو] نص قاطع ہے اور اس معنی پر اس حد تک مداومت کریں کہ انعام ۱۲۱
یہ حالت ملکہ ہو جائے اور تکلف سے رہائی حاصل ہو جائے اور طریقت سے حقیقت میں آ جائیں اور یادکرد سے
یادداشت کی طرف مائل ہو جائیں، کتنی بڑی نعمت ہے کہ آپ کا ظاہر وظائفِ اعمال کے ساتھ جو کہ اس ظاہر کے ساتھ
تعلق رکھتے ہیں مشغول رہے اور باطن ماسوا کی دید سے منقطع ہو جائے اور مطلوب میں مستغرق و فانی رہے، والسلام علیکم
وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

۳۶

مکتوب ۱۱

شمشیر خاں کے نام نفسِ امارہ کی مخالفت پر تحریص اور اہلِ سنت وجماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکانِ خمسہ کی بجا آوری اور طریقۂ صوفیہ کے سلوک پر ترغیب اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والہ الطاھرین: اللہ تعالیٰ نبیِ اُمّی اور اُن کی بزرگ آل کے طفیل آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف وعنایات میں شامل رکھ کر اتباعِ نبوی وسنتِ مصطفوی علیٰ مصدرہا صنوف الصلوات النامیات کے زیور سے مزین وآراستہ رکھے، اما بعد: حقائق آگاہ مولانا محمد حنیفؒ نے فقراء کے بارے میں آپ کی مہربانیوں کا بہت اظہار کیا اور ایک خط (آپ کو) لکھنے کی استدعا کی ہے جو نصیحتوں پر مشتمل ہو، التماس کرنے والے کی بات کو مانتے ہوئے چند نامربوط کلمات لکھنے کی جرأت کی ہے۔

میرے مخدوم! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آدمی کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور اُس کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو کچھ سمجھے کرے اور نفس کی خواہش وطبیعت کے منشا کے مطابق زندگی بسر کرے، اس کو اوامر و نواہی کا مکلف بنایا اور طرح طرح کی تکلیفات (احکام) کے ساتھ مخاطب کیا ہے، اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُن (احکام) کے مقتضا کے مطابق زندگی بسر کرے اور نفس وطبیعت کی جو خواہش ان (احکام) کے برخلاف ہو اُس کو چھوڑ دے اور اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو مولائے حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے غیظ وغضب کا مورد ہوگا اور عذاب اور طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہوگا، وہ لوگ بڑے خوش وقت خوش نصیب ہیں جنھوں نے اپنی کمرِ ہمت کو مولیٰ تعالیٰ کی بندگی میں خوب اچھی طرح باندھا ہے اور تمام کوششوں کو اُس کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں صرف کر دیا ہے: فطوبیٰ لمن وفق لمرضات اللہ و یاحسرتا علیٰ من فرط فی جنب اللہ فبشریٰ للصالحین والابرار وویل للمکذبین من النار سبق المفردون وھلک المسوفون [پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی موافقت کی اور اس شخص پر حسرت وافسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا پس صالحین وابرار کے لئے بشارت ہے اور کافروں کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہے شریعت پر عمل کرنے والے سبقت لے گئے اور آجکل (الیت ولعل) کرنے والے ہلاک ہو گئے] دنیا کھیتی کرنے کی جگہ ہے کھیتی کرنے کے وقت میں عیش وآرام میں مشغول ہونا اور ناپسندیدہ

فانی لذتوں کے ساتھ موافقت کرنا اپنے آپ کو دائمی اور پسندیدہ عیش سے محروم رکھنا ہے، دوراندیش عقل اس کا یقین نہیں رکھتی اور باقی رہنے والی پسندیدہ لذتوں کو چھوڑ کر ناپسندیدہ فانی لذتوں پر فریفتہ نہیں ہوتی، پس علمائے اہلِ سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کی صحیح آراء کے مطابق دینی عقائد جو کہ کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں کی تصحیح کے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض وواجبات کے ادا کرنے اور حرام چیزوں سے بچنے کے سوا گزارا نہیں ہے اور سب سے بہتر عبادت اور سب سے معتبر طاعت نماز ہے جو کہ دین کا ستون اور مسلمان وکافر میں واضح طور پر فرق کرنے والی ہے اور جو قربِ ۳۷
الٰہی اس کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتا ہے اس (نماز) کے باہر وہ نادر (بہت کم) ہے، پس نماز کو پانچوں وقت جماعت وجمعیت وتعدیلِ ارکان اور کامل وضو کے ساتھ مستحب اوقات میں ادا کرنا چاہیے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اُس بندے اور اُس کے پروردگار کے درمیان کے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور جب تک وہ ناک کی رینٹ نہ ڈالے حورِ عین اس کے سامنے رہتی ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نماز پڑھنے والا بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے لئے کھول دیا جائے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی جاری نہر کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گزرتی ہے کہ وہ شخص اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے پس اس سے (اس پر) کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جس شخص نے ان پانچ فرض نمازوں پر جماعت (سے ادا کرنے) میں حفاظت کی وہ ان لوگوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا جو پل صراط پر چمکنے والی بجلی کی مانند (تیزی سے) گزریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو سابقین کے پہلے گروہ میں حشر فرمائے گا اور ہر دن اور رات میں ان نمازوں پر حفاظت کرنے والے کو ایک ہزار ایسے شہیدوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہوں، اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ اس کے مصارف میں احسان مندی ورغبت کے ساتھ دینی چاہیے، صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے روز (اس سونے چاندی کو گرم کرکے) اس کے تختے بنائے جائیں گے پھر ان تختوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا پس ان کے ساتھ اس کے پہلو اور پیٹھ کو داغ دیا جائیگا پھر ٹھنڈا ہونے پر وہ تختے دوبارہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور ان کو نکال کر

لے مشکوٰۃ المصابیح باب وجوب الزکوٰۃ الفصل الاول۔

داغ دیں گے اور اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے بار بار اس کے لئے یہی عمل کیا جائے گا . . . . حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا پس ہر بندہ اپنا راستہ یا جنت کی طرف دیکھے گا اور یا دوزخ کی طرف دیکھ لیگا۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنے نہایت کرم سے (بڑھنے والے مال پر) سال گذرنے اور (اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے اس میں سے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ دینا) فرض کیا ہے۔ عجیب بے انصافی ہوگی اگر اس کے ادا کرنے میں تساہل کیا جائے اور حیلوں سے اس کو چھوڑ دے، جان و مال سب اُسی تعالیٰ شانہٗ کا ہے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) تمام مال فقراء کو دینے کا حکم فرماتا اور جان طلب فرماتا تو اس کی بے نیاز بارگاہ کے شیدائی ابرو پر شکن لائے بغیر پورے ذوق و شوق کے ساتھ جان و مال قربان کردیتے اور اپنی سعادت اسی میں جانتے ؎

لو قال لی مت مت سمعا وطاعۃ   وقلت لداعی الموت اھلاً ومرحبا

[اگر وہ مجھ سے کہے کہ مرجا تو میں "سُن لیا اور مان لیا کہتے ہوئے" مرجاؤں اور داعی اجل سے کہوں کہ تیرا آنا مبارک ہو۔]

کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر بنقدِ جان توانستے خریدن وصلِ دوست   طالب وصلِ تو بودے ہر کہ جانے داشتے

[اگر دوست کا وصل (ملاپ) جان کی نقدی سے خریدا جاسکتا تو جو شخص بھی جان رکھتا ہوتا تیرے وصل کا طالب ہوتا]۔

اور ماہِ مبارک رمضان کے روزے ذوق و شوق کے ساتھ رکھنے چاہئیں اور اپنی سعادت اس بھوکا اور ۳۸
پیاسا رہنے میں سمجھنی چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولادِ آدم کا ہر نیک عمل (ثواب میں) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے کہ بلاشبہ یہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا (یا یہ مطلب ہے کہ میں خود ہی اس کا بدلہ ہوں)، (روزہ دار شخص) اپنی خواہش اور اپنا کھانا (پینا) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے روزہ افطار کرتے وقت ہے اور دوسری خوشی (آخرت میں) اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوگی) اور بیشک روزہ دار کے منھ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے، اور روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ فحش کلامی اور چیخ پکار نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہیے کہ یہ کہدے میں روزہ دار شخص ہوں۔ متفق علیہ (یعنی اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے) ـــــ اور حج کی شرائط پائی جانے کی صورت میں خانہ کعبہ کا حج کرنا چاہیے اور گھر (کے واسطے) سے صاحب خانہ (اللہ تعالیٰ) کا قُرب تلاش کرنا چاہیے اور اس کا پتہ لگانا چاہیے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حج اور عمرہ پے درپے کرو (یعنی اگر عمرہ کیا ہے تو حج بھی کرو یا حج کیا ہے تو عمرہ بھی کرو)

باقران کرو) ۔ پس یہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دُور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہا، سونا اور چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے اور جنت میں داخل ہونا ہی حج مبرور کا ثواب ہے ـــــ اور چونکہ مسلمانی کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں سے ایک یہ شہادت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور دوسری چار چیزیں وہ ہیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں (یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) اگر ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہو جائے تو مسلمانی میں کہ اس کی بنیاد چار دیواروں اور چھت پر ہوتی ہے اگر ان پانچ چیزوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو گھر نامکمل اور ویران ہے، دینی عقائد کی تصحیح اور ظاہری اعمال کے بعد صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ پر چلنا ضروری ہے تاکہ حق جل وعلا کی معرفت حاصل ہو جائے اور خواہشات نفسانی سے نجات کی صورت بن سکے جو بندہ اپنے مالک کی معرفت نہیں رکھتا اور اس کو نہیں پہچانتا تعجب ہے کہ وہ کس قسم کی زندگی بسر کرتا ہے اور کس چیز کے ساتھ مانوس اور محبت کرنے والا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

دل ترا می طلبد دیدہ ترا می جوید　　　بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو ڈھونڈتی ہے]

عالم مجاز میں جو نوکر اپنے مالک کے ساتھ معرفت اور راہِ سخن نہیں رکھتا وہ کسی شمار میں نہیں اور اعتبار سے گرا ہوا ہے، اس بلند مرتبہ گروہ کے طریقہ پر معروف میں فنا ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی اور جب تک عارف کا وجود درمیان میں ہے وہ اس معرفت سے محروم ہے ؎

شرطِ ہمہ رہرواں ہمیں است　　　از تست حجاب تو یقین است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

فنا و بقا ایک امر ہے جو صاحبِ فنا و بقا کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے اور بیان کرنے میں صحیح ادا نہیں ہوتا۔

ع لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو نہیں چکھے گا شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

پس عقل و ہوش والوں پر لازم ہے کہ اپنے انجام کار اور نقد روزگار (اعمال) میں غور کریں جس شخص کو یہ معرفت حاصل ہے اس کے لئے خوشی و بشارت ہے اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس کو بجا لایا اور انسانیت کے کمال کو پہنچ گیا۔ مولوی (رومی) قدس سرہ نے کہا ہے ؎

فارغی گر مُردی و گر زیستی　　　وانکہ دانستی کہ ظل کیستی
سوئے آنحضرت نسب کردی درست　　　چوں بدانستی تو خود را از نخست

[جب تونے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تُو مردہ ہے یا زندہ (اب) تُو فارغ ہے۔ جب تونے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تُو نے اس بارگاہ کی جانب نسبت کو درست کر لیا۔]

اور جس شخص کو یہ دولتِ مطلوبہ حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جس جگہ سے بھی اس مطلب کی بو اس کے دماغ میں پہنچے اس کی طلب میں لگ جائے اور جس چیز کی تخریب مطلوب ہے اس کی تعمیر میں مشغول نہ ہو اور ہمیشہ عدمِ حصول کا رونا روتا اور اپنی جدائی کا ماتم کرتا رہے اور ڈرتا اور لرزتا رہے، ایسا نہ ہو کہ مطلوب کو اپنی آغوش میں لئے بغیر کوچ کی صدا کان میں آپہنچے اور جو کچھ اس دنیا میں اس سے طلب کیا گیا ہے اس کو حاصل کئے بغیر اس سرائے فانی سے سامان باندھ لے کل (قیامت کے روز) کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کس حیلے سے عذر پیش کرے گا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے۔

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند　　تا دامنِ قیامت این غم بجا بماند

(ڈرتا ہوں کہ مبادا محبوب ہمارے حال سے ناآشنا ہی رہے اور یہ غم قیامت تک ہمارے ساتھ رہے)

جاننا چاہئے کہ راہِ حق جل و علا کا سلوک طے کرنے اور دوسروں کو کرانے کے لئے سب سے بہتر طریق طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہے کیونکہ اس طریقہ کے اکابر نے سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا اختیار کیا ہے اور (اللہ تعالیٰ سے) ایک ایسا طریقہ طلب کیا ہے جو سب طریقوں سے اقرب ہو اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ کے قرب تک) پہنچانے والا ہو اور اس کی ابتدا میں انتہا درج ہو اور کمال کے درجے پر پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی (حضور و معرفت) دوسروں کی آگاہی سے اوپر ہو۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند　　کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

(حضراتِ نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستے سے حرم میں لے جاتے ہیں)

پس طالبِ حق جل شانہٗ کو اس طریقہ عالیہ کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مناسب و اولیٰ ہے کیونکہ یہ راستہ نزدیک تر اور بلاشبہ پہنچانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہم فقراء کو ان اکابر کی برکات سے بہرہ ور کرے اور ان کے سرچشمہ فیض سے سیراب فرمائے۔ والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۲

محمد صالح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

ص۴۰ برادرم محمد صلاح تقویٰ وصلاح (نیکی) کے ساتھ آراستہ رہیں، جو خط آپ نے لکھا تھا اُس نے موصول ہو کر خوش وقت کیا؛ آپ نے اپنی شرمندگی وخجالت کے بارے میں لکھا تھا، توبہ کے دروازے کُھلے ہوئے ہیں اور وہ تعالیٰ شانہٗ رؤف ورحیم ہے، گناہوں سے کہ جن سے کوئی شخص بھی خالی نہیں ہے معافی ومغفرت طلب کریں، گریہ وزاری کے ساتھ بخشش طلب کرتے رہیں، ذکر وفکر میں خوب مشغول رہیں، اوقات کو وظائف طاعات اور مقرباتِ اعمال سے معمور رکھیں، اس جانب سے کامل صفائی تصوّر کریں اور اس لئے آپ کسی قسم کی کدورت اپنے دل میں نہ آنے دیں۔ آپ نے لکھا تھا "میں نہیں جانتا کہ مقبول بندوں میں سے ہوں یا مردود بندوں میں داخل ہوں، (مجھے) بھگاتے ہیں یا بُلاتے ہیں تم" میرے مخدوم! یہ جان کو گُھلانے والا غم ہر دل میں لگا رہتا ہے اور کون ہے جو (اس) فکر سے خالی ہے شاید کوئی مردود ہی ہوگا۔ (اللہ) کریم کی بارگاہ سے امیدوار رہیں۔

مکتوب ۱۳

خواجہ محمد حنیف کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبطِ اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ عزیز مولانا محمد حنیف کے گرامی نامے نے جو اُنھوں نے اِن دنوں میں ارسال کیا تھا پہنچکر مسرور کیا اور اس سے پہلے بھی اس عزیز کا ایک خط پہنچا تھا آپ نے اپنے مریدوں کے بعض احوال تحریر فرمائے تھے، محمد ہاشم اور فاضل کے احوال سنجیدہ اور عمدہ ہیں، تھوڑے عرصہ میں بہت کم طالبین اس قسم کے احوال کی طرف ہدایت پاتے ہیں اس قسم کے طالبین کو بیکار نہیں چھوڑنا چاہیے اور کام (معمولات) پر پابند کرنا چاہیئے اور ان کی تربیت میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہیے، نفیس جوہر کمیاب ہوتا ہے اس کی قدر کرنی چاہیے اور جو شخص شغل (ذکر وغیرہ) طلب کرے اس کو شغل میں لگا دیں اور حلقہ کو سرگرم رکھیں اور جس شخص کو ذکر اثر نہ کرے اس کو ذکر کرنے سے روک دیں اور محض وقوفِ قلبی کا امر کریں جب وہ کچھ عرصہ اس طریقہ پر مداومت کریگا امید ہے کہ ذکر سہولت کے ساتھ اثر کریگا لیکن توجہات سے اس کو محروم نہیں رکھنا چاہیے اور احبابِ طریقہ کو بعض ضروری آداب کی طرف رہنمائی کرتے رہیں، طریقے کے فیوض وبرکات کا حاصل ہونا آداب کی رعایت کے بغیر

میسر نہیں ہے، آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ جل وعلا تک نہیں پہنچا ہے، آداب کی رعایت نہ ہونے پر ضرر کا پلہ غالب ہے (اور) نفع رُک جاتا ہے۔ دیگر چاہیے کہ اوقات کی پابندی میں کوشش کریں اور اہم کاموں میں صرف کریں ایسا نہ ہو کہ فضول کاموں میں صرف ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنے سے پرہیز کرتے رہیں کیونکہ اس سے باطنی نسبت کی رونق جاتی رہتی ہے، نیک نیتی کے بغیر مخلوق کے ساتھ ۲۱
صحبت رکھنا خالق تعالیٰ سے قطع تعلق کا سبب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے: لا تصحب الاشرار ولا تقطع عن اللہ بصحبۃ الاخیار (یعنی بُروں کے ساتھ صحبت مت رکھ اور نیکوں کے ساتھ ایسی صحبت رکھ کہ تو حق جل وعلا سے منقطع نہ ہو جائے) اور آپ مریدوں اور طالبوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ اُن کی نظر میں با رعب اور باوقار معلوم ہوں، اسقدر شوخ و بے باک نہ ہو جائیں کہ جرأت و گستاخی کا سبب بن جائے اور اُن کے معمولات میں خلل آجائے اور دیگر یہ کہ چونکہ حواس پراگندہ ہیں کسی دوسری چیز (مزید لکھنے) میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ دوشنبہ کی رات ساتویں تاریخ ماہِ رواں کو جو کہ ذی الحجہ کا مہینہ سن ایک ہزار پچاس ہجری ہے حضرت قبلہ گاہی والدہ ماجدہ جیو نے آخرت کا سفر اختیار کیا ہے اور پسماندگان کو جگر کباب و دیدہ پُر آب چھوڑ گئی ہیں اُن کا وجودِ شریف دونوں جہان کی سعادت کا وسیلہ اور رب المشرقین کی رضامندی کا دریچہ (کھڑکی) رہا ہے کہ اب اس راہ سے اس کے حصول سے ۲/۱۵۶
محرومی پیدا ہو گئی ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] دوست و احباب ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر اس کا ثواب اُن کی روحانیت کو پیش کر دیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴

شیخ عبد الکریم کابلی کے نام اُس خط کے جواب میں جو اُنھوں نے لکھا تھا اور بلندیٔ ہمت و خلوت گزینی پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

سعادت آثار مولانا عبد الکریم ہمیشہ ترقی کرتے رہیں آپ کے احوال و اطوار کی استقامت کی خبریں جو سننے میں آتی رہتی ہیں مسرت کا سبب ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں مزید استقامت عطا فرمائے آپ نے جو خط اپنے احوال و ترقیات پر مشتمل لکھا تھا پہنچا، اس کے مضامین واضح ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ہے، اپنے کام میں خوب مشغول رہیں اور جو حالت پیش آئے اس کا شکر بجا لائیں اور ھل من مزید

[کیا اور بھی ہے] کہتے ہوئے اس کے ساتھ خوش رہیں اور اس سے ترقی چاہیں۔ ان اللّٰہ یحب معالی الھمم [اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے] اور گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں، اور جن لوگوں کو آپ نے طریقہ بتایا ہے ان کے احوال میں مشغول رہیں، اور آپ کو جتنی تعداد کیلئے طریقہ سکھانے کی اجازت دی گئی تھی اگر وہ تعداد پوری ہو چکی ہے تو مزید اتنے ہی اور لوگوں کو طریقہ سکھائیں۔ والسلام

مکتوب ۱۵

مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۳۲ حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور طریقۂ پسندیدہ و سنتِ عالیہ پر استقامت اور آپ کے باطنی مراتب کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! موت نے سایہ ڈال دیا اور مقررہ مدت (موت کی گھڑی) آن پہنچی ہے اور اس کے لئے کچھ بھی سامان نہیں ہوا اور اس قسم کے دور دراز سفر کے اسباب کی تیاری میسر نہیں آئی، جاء الموت بحذافیرہ جاءت الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ [موت پوری طرح آگئی، ہر چیز ہلا دینے والی (قیامت کا پہلا نفخۂ صور) آ پہنچی جس کے بعد دوسرا نفخۂ صور ہوگا]۔ افسوس کہ عمر کا اعلیٰ حصہ ہوا و ہوس ہی میں گذر گیا، معلوم ہے کہ عمر کے ارذل (نہایت کمزور) حصے میں کیا کرے گا اور اس وقت کا کیا ہوا کیا اعتبار رکھے گا شرمندگی کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہے اور عذر کی زبان نہیں رہی، کسی نے خوب کہا ہے۔

ــــہ کنوں چہ عذر گناہانِ خویشتن خواہم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ز شرم خوں چکدم از بدن بجائے عرق

[میں اب اپنے گناہوں کا کیا عذر چاہوں، شرم کی وجہ سے میرے بدن سے پسینے کی بجائے خون ٹپکتا ہے]

سعادت آثار فضائل بیگ مخلص دوستوں میں سے ہیں کابل کی طرف متوجہ ہیں، امید ہے کہ آپ دوستی کے لوازم بجا لائیں گے، خواجہ محمد رضا بھی یارانِ طریقت میں سے ہیں، ان کے باطن کی طرف بھی توجہ ملحوظ رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶

خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام اُن کے آباء کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمال استغنا کے باوجود

اشد شوق وصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرے مخدوم و مخدوم زادہ کی ذات بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھ کر ظاہری و باطنی ترقیات کے ساتھ ممتاز رکھے اور ان کے بزرگوں کے حقوق ہم فقراء کے ذمہ اس قدر ہیں کہ تحریر و تقریر کے احاطہ میں نہیں آسکتے۔ اہل اللہ کے طریقہ کا سلوک ہم نے ان بزرگوں سے اخذ کیا ہے اور جذبہ کی اقسام کو انہی کی برکات سے استفادہ کیا ہے، فنا و بقا ان کی صحبت میں موجود ہے اور سیر الی اللہ و سیر فی اللہ ان کی مجلس سے ماخوذ ہے، سنت کی پیروی کرنا اور بدعت سے بچنا جو کہ اس کام کا مدار اور اس معاملہ کی بنیاد اور بے اندازہ فیوض و اسرار کا پھل دینے والا ہے ہم نے ولایت کے ان سرچشموں کی ہدایت کے نور سے اقتباس (استفادہ) کیا ہے کیونکہ دوسرے طریقے امور بدعت سے خالی نہیں ہیں اور ان اکابر کا طریقہ بعینہٖ اصحابِ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے اس لئے یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہوا اور بلا شبہ (اللہ تعالیٰ سے) ملانے والا ہو گیا اور دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں درج ہو گئی۔ ۴۳

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند ؎ کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

[حضراتِ نقشبند عجب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستے سے حرم میں لے جاتے ہیں۔]

حاصل کلام، اگر ظاہر ہے تو وہ ان بزرگوں کے اطوار سے آراستہ ہے اور اگر باطن ہے تو وہ بھی انہی کے انوار سے منور ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

شکرِ فیضِ تو چمن چوں کند اے ابرِ بہار کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

[اے ابرِ بہار! چمن تیرے فیض کا شکر کس طرح ادا کرے کیونکہ کانٹا ہو یا پھول سب تیرے ہی پروردہ ہیں]

یہ خستہ دل درویش اپنے اندر لیاقت نہ ہونے کے باعث بزرگوں کی مجلس کی قابلیت نہیں رکھتا اگر اس سے (بزرگوں کے) حقوق کی ادائیگی میں کوئی قصور واقع ہو گیا ہو تو وہ معاف فرمائیں گے (ان کے) حقوق سر سے پاؤں تک ہیں اور ان کا ادا کرنا اس مسکین کے مقدور میں نہیں ہے شاید بزرگ حضرات براہِ کرم معاف فرما دیں اور ایک ناقابل شخص کو اس تمام ناقابلیت کے باوجود قبول فرما لیں۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

بیشک پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور معیوب ممکن کو واجب الوجود (اللہ) تعالیٰ کی قبولیت کے شرف تک پہنچایا ہے جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ رباعی

تو بعلمِ ازل مرا دیدی دیدی آنگہ بعیب بخریدی

تو بعلم آں و من بعیب ہماں رد مکن آنچہ خود پسندیدی

[تو نے اپنے ازلی علم سے مجھے دیکھا ہے، اس وقت عیب کے ساتھ دیکھنے کے باوجود تو نے خریدا ہے، تو علم کے ساتھ وہی ہے اور میں عیب کے ساتھ وہی ہوں، جس چیز کو تو نے پسند کیا ہے اس کو رد نہ فرما۔]

اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اشد شوق کمال عزت و استغنا کے باوجود اُس بارگاہ کی طرف منسوب ہوا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کیوں منسوب نہ ہو کہ جو چیز اصل کی طرف رجحان رکھتی ہے اور مرتبۂ وجوب کی طرف منسوب ہے اشد و ارجح ہے۔ ع

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے]

ممکن کا شوق واجب تعالیٰ کے شوق کے بالمقابل زائل و لاشئ ہونے کا حکم رکھتا ہے کیونکہ ممکن وجود و توابعِ وجود سے جو کچھ خیر و کمال کی قسم سے رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے، ظل ویر تو ظل کو اصل کے ساتھ کیا مساوات، ظل کسی امر میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اگر عاریتی خیر و کمال کو اپنی طرف نسبت کرے تو امانت میں خیانت کرنے والا ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری اور شرکت کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال اُس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کی نفی کرنے میں ہی بھلائی ہے، عاریتی کمالات کو اپنی طرف سے جان کر اپنے آپ کو اس فاسد گمان کے ساتھ خیر و کمال تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد پر لمبی بنیاد رکھی ہے۔ رباعی

مداحیِ خود بر غمِ حاسد تا کے ترویج چنیں متاعِ کاسد تا کے
تو معدومی خیالِ ہستی از تو فاسد باشد خیالِ فاسد تا کے

[تُو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا اس طرح کی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا تو معدوم ہے، تیرا ہستی کا خیال کرنا فاسد (خیال) ہے (تُو) یہ فاسد خیال کب تک کرتا رہے گا]

اور جب عنایت کی سبقت کے ساتھ کسی صاحبِ نصیب کو اس دید کے ساتھ نوازتے ہیں اور وہ حال و ذوق کے ذریعہ (یہ بات) معلوم کر لیتا ہے کہ جو کمالات اس کی طرف منسوب ہیں وہ تمام مرتبۂ وجوب سے مستعار و مستفاد ہیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات کے ظلال ہیں ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز من چیزِ تست

[میں ابتدا میں گھر (عالمِ عدم) سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز دی ہے اور میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں] (تو) اسوقت سعادت کا مدعا ہاتھ آتا ہے اور جہلِ مرکب کے گرداب سے نجات کی امید حاصل ہو جاتی ہے، مولوی (رومی) قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی تو خود را از نخست سوئے آنحضرت نسب کردی درست
دانکہ دانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مُردی وگر زیستی

[جب تو نے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی طرف نسبت کو درست کر لیا، اور جب تو نے یہ جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مُردہ ہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے]۔

اس مقام سے جب ترقی کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کمالاتِ منعکسہ کو صحیح طور پر اصل کے سپرد کر دے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا عدم محض کے ساتھ ملا ہوا پائے، اسوقت عارف کا نہ کوئی نام رہتا ہے نہ نشان فعوبل معہ ما عومل [پس اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جاتا ہی کیا جاتا ہے] قلم اس جگہ پہنچا اور اس کا سر ٹوٹ گیا۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷

خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن وغم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً للہ العظیم ومصلیا علی رسولہ الکریم [عظمت والے اللہ کی حمد کرتے ہوئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں] میرے پیارے بھائی کا پسندیدہ خط پہنچا خوش وقت کیا، واردات میں سے جو کچھ لکھا تھا عمدہ و اعلیٰ ہے، قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا [آپ کہہ دیجئے اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر] اپنے اور مریدوں کے کام میں مشغول اور بے چین رہیں، سُستی اور لاپرواہی دشمنوں کے نصیب ہو، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا، طالب اضطراب و بے چینی کے بغیر اور عارف درد و غم کے بغیر نہیں، جب فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات دائمی فکر اور متواتر حزن وغم کے ساتھ موصوف ہوں جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے تو دوسروں کا کیا ذکر ہے والسلام علیکم و علیٰ اھل بیتکم۔

مکتوب ۱۸

مولانا غازی سرہندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے طلب نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً، برادر گرامی مولانا غازی کے خط نے موصول ہو کر مسرور کیا، اللہ سبحانہٗ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور فقرا کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ف

ف اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے "ملاقات وقت پر منحصر ہے حق سبحانہٗ مسبب الاسباب قادر ہے کوئی سبب پیدا فرمائے جو ملاقات ہونے کا ذریعہ ہو۔"

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ایک بزرگ برہان پور میں آرام فرما ہیں، تین روز اُن کی قبر پر جا کر بیٹھا تین روز کے بعد ظاہر کیا گیا کہ تو ہر طرف سے ترک کرے تو ہماری طرف سے تیرے لئے کچھ حصہ ہے۔ فقیر نے اس کے بعد اس روضہ (مزار) کی طرف جانا ترک کر دیا لیکن میں نہیں سمجھا کہ اس گفتگو کا مدعا کیا تھا" میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اس گفتگو میں آپ کا امتحان مطلوب ہو اور آزمائش کی گئی ہو۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے ایک بزرگ کی نسبت سلب کر لی لیکن میں نے اس سلب کے اپنے اندر کوئی زیادتی محسوس نہیں کی اور اس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی، اس کا سبب کیا ہوگا" میرے مخدوم! پہلا مقدمہ کہ اپنے اندر (کوئی زیادتی) نہیں پائی معقول ہے اس لئے کہ سلب جو کسی شخص سے نسبت کی نفی ہے اس سے سلب کی ہوئی نسبت کا سلب کرنے والے کے اندر ثابت ہونا لازم نہیں آتا، لیکن مقدمۂ ثانیہ (اُس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہ ہونا) محلِ تامل ہے کیونکہ سلب سے اُس شخص میں کمی کا آجانا لازم آتا ہے جس سے (نسبت کو) سلب کیا گیا ہے پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی" ہو سکتا ہے کہ اس پر محمول ہو کہ عین نسبت سلب ہو جائے اور اس کا اثر ابھی باقی ہو اور آپ نے اس کو بے کم و کاست عینِ نسبت سمجھ لیا ہو جیسا کہ اگر کسی چنگاری کو بجھا دیں اور حرارت کا اثر اس میں ابھی باقی رہے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے مقدماتِ سلب کو سلب سمجھ لیا ہو اور در اصل سلب متحقق نہ ہوا ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نمازِ تہجد کے بعد جب بیٹھتا ہوں تو اپنے اندر افلاس کرتا کوئی توجہ اور کوئی شغل کچھ بھی نہیں پاتا" میرے مخدوم! جو چیز ممکن کی ذاتی ہے وہ فقر و افلاس ہے جو کمال بھی اس کے اندر ظاہر ہے وہ عارضی و انعکاسی ہے جس کو ممکن نے اس بے بنیاد وجود اور اس بودِ بے بود (ایسا وجود جو بمنزلہ عدم ہے) کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کیا ہے اور اس بے بنیاد پر بنیاد دراز رکھی ہے اور اپنے مالک کے ساتھ کمالات میں شرکت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی سبقت سے وہ جان لیتا ہے کہ اس کی ذات عدم ہے اور یہ تمام کمالات عارضی اور امانتی ہیں تو وہ ضرور کمالات کو اصل کے ساتھ ملا ہوا پائے گا اور امانت کو اہلِ امانت کے سپرد کر دے گا اور اپنے ذاتی فقر اور پیدائشی افلاس کے ساتھ متحقق ہو جائے گا۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں خاص حضور رکھتا ہے کہ جس میں کوئی سستی نہیں ہے۔" میرے مخدوم! یہ حالت اصیل (عمدہ) ہے اور نماز کے اندر کی کیفیت نماز سے باہر کی کیفیت پر فوقیت رکھتی ہے۔ والسلام

❁

۴۶

مکتوب ۱۹

مولانا محمد حنیف کے نام تعمیرِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادرِ گرامی مولانا محمد حنیف اس خستہ دل درویش (کی جانب) سے سلام عافیت انجام پڑھیں۔ ایک مدت ہوگئی کہ اس بھائی کی کوئی خبر نہیں پہنچی دل منتظر رہتا ہے، میرے مخدوم! کام کرنے کا وقت ہے نہ کہ باتیں کرنے کا، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں اور کلمۂ طیبہ و کلمۂ توحید کے تکرار (بار بار پڑھنے) سے ہمیشہ زبان کو تر رکھیں اور کلام مجید کی تلاوت سے وقت و حال کے موافق کچھ حصہ حاصل کریں اور طویل قیام کے ساتھ نماز (نوافل) ادا کرنے سے محروم نہ رہیں اور علم سیکھنے اور سکھانے پر حریص رہیں جاءت الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ (پہلا نفخِ صور آپہنچا جس کے بعد دوسرا نفخِ صور ہوگا)۔

مکتوب ۲۰

نیز مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، آپ کا گرامی نامہ پہنچا مسرور و خوش وقت کیا اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور محبت کا رشتہ اور باطنی رابطہ ہمیشہ ترقی پر ہے، آپ نے احوال و معارف و حقائق کی تفصیل کے جاننے اور طالبین کے احوال کی تفصیل منکشف ہونے وغیرہ کے بارے میں بعض آرزوؤں کے حاصل ہونے کی درخواست کی تھی، امیدوار رہیں اور جو کچھ اس وقت حاصل ہے اس کا شکر ادا کرتے رہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (اگر تم شکر ادا کروگے تو یقیناً میں تمہیں اور زیادہ دوں گا) بندہ کو آرزو سے کیا کام، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے امر کی تمنا کرتا ہے جو اس کے مقدر میں نہیں ہے، حضرت کلیم (موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اللہ تعالیٰ کے) دیدار کی طلب کی وہ بالفعل (اس وقت) وقوع میں نہیں آیا اور حکم ہوا یٰمُوسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ (اے موسیٰ! بیشک میں نے تجھ کو لوگوں پر اپنی پیغام رسانیوں اور اپنے کلام کے ساتھ منتخب کر لیا ہے پس جو چیز میں تجھ کو دیتا ہوں اس کو لے

ابراہیم ۷

الاعراف ۱۴۴

اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔)

آپ نے لکھا تھا "تقریباً ایک سال ہو گیا ہے کہ یہ خیال بہت زیادہ بڑھ گیا ہے کہ لوگوں کی آمد و رفت بند کر دے بلکہ گھر بار اور ساز و سامان کو چھوڑ کر کسی کونے میں جا بیٹھے اور اپنے گناہوں کا ماتم کرتا رہے لیکن آپ سے ڈرتا ہے۔" میرے مخدوم! آپ کس لئے ڈرتے ہیں، کون ہے جو یہ آرزو دل میں نہیں رکھتا، گوشہ نشینی مسعود و مبارک ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق ضائع نہ ہوں اور للہ فی اللہ صحبت اگر کبھی کبھی واقع ہو جائے تو وہ گوشہ نشینی کے مقصد کے منافی نہیں ہے، العزلۃ منیۃ الصدیقین (گوشہ نشینی صدیقین کی تمنا ہے) آپ نے سنا ہوگا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بکنجِ غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق گر آں لطیفِ جہاں یارِ غارِ یا باشد

(اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں)

آپ نے جو ملا علی محمد و ملا عبد السلام کے احوال لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ "جو نسبت مجھ سے ظاہر ہوتی ہے اُن سے بھی ظاہر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ" اس کے مطالعے نے بہت زیادہ مسرت بخشی، یہ احوال اعلیٰ اور پسندیدہ ہیں اور کام کی تکمیل کا پتہ دینے والے ہیں۔ جو خط ملا پایندہ محمد نے اپنے احوال کے اظہار میں لکھا تھا وہ بھی پہنچا اس نے بے کیفی و بے رنگی کی نسبت کے حصول اور اس پر لذت کے مرتب ہونے اور نفسِ امارہ کے متشکل ہونے اور اس نسبت کے تمام وجود کو گھیر لینے اور احاطہ کرنے اور سب سے پہلے پوست (کھال) میں محسوس و ذائقہ سرایت کرنے اور اس سے گذر کر گوشت میں پھر ہڈیوں میں اور اس کے بعد ظاہر سے باطن میں سرایت کرنے اور بے چین ہو جانے اور نعرہ مارنے کہ یا الٰہی میں نے کیا کیا ہے کہ تو نے مجھ کو نیست و نابود کر دیا اور یہ الہام سننے کہ ھذا جذبۃ من جذبات الحق (یہ حق تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ ہے) خوش ہو جا، اگرچہ میں نے تجھ کو نیست کر دیا ہے لیکن تیرا معاملہ اچھا کر دیا ہے، اس کے بعد یہ الہام ہونے کہ ھذا لطف من الطاف الحق وھذا مقام جمع الجمع لا وصف لہ ولا بیان لہ (یہ حق تعالیٰ کے الطاف میں سے ایک لطف ہے اور یہ جمع الجمع کا مقام ہے اس کا کوئی وصف و بیان نہیں ہے) اور عدم و فنائیت کے عرش سے فرش تک تمام موجودات کو احاطہ کرنے اور نگاہ کے لاتعین میں سرایت کرنے اس کے بعد پھر شعور میں آجانے اور یہ آواز سننے کہ تیرے معاملہ کی انتہا یہاں تک ہوئی، میں نے تجھ کو بندگی اور آزادی کی نسبت کے درمیان اختیار دے دیا ہے اور ان عروجات سے نزول میں آنے کے بعد آنسرور دین و دنیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (کی بارگاہ) سے بندگی اختیار کرنے کی بشارت پانے اور واقعہ کے دیکھنے کی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ سب واضح ہوا، اعلیٰ اور دل پسند چیزیں ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

ف اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے: "آپ نے لکھا تھا کہ ملا علی محمد نے جو خط فقیر کے نام لکھا تھا وہ کسی شخص کے ہاتھ بھیجا [illegible]

مکتوب ۲۱

میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ و حفظِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریمؐ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عزیز (آپ) عافیت وجمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعتِ عالیہ وسنّتِ مصطفویہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت واستدامت (ہمیشگی) رکھتے ہوں گے، قشر (چھلکے) سے مغز تک آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، مراقبہ کی ہمیشگی اور خطرات کی نفی میں پوری پوری کوشش کریں تاکہ حضور مع اللہ دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی لازمی (طبعی) صفت ہو جائے اور وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ہمارے طریقہ میں کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے۔ حاصل کلام چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے، پیدائش سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس تھوڑی فرصت میں حاصل کرنا چاہئے ورنہ حسرت وندامت کے سوا کچھ نہیں ہے، کام کرنے کا وقت گذرا جا رہا ہے، علم ہونا شرط ہے، امید ہے کہ اس دور افتادہ کو سلامتیِ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے۔ والسلام

مکتوب ۲۲

مولانا محمد حنیف کے نام قناعت وتعمیرِ وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے بزرگ بھائی مولانا محمد حنیف اس دور افتادہ (کی جانب) سے دعا پڑھیں روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں برادرِ عزیز (آپ) بھی عافیت وجمعیت کے ساتھ ہونگے اور جو چیز کہ باطنی جمعیت کے منافی ہے اس سے فارغ ہوں گے، اپنی روزانہ کی خوراک (روزی) کی سعی میں اپنے آپ کو پریشان نہ کریں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ بندوں کے رزق کا کفیل ہے، اگر تھوڑی کوشش سے کوئی چیز حاصل ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ دوڑیں اور اہلِ غفلت کی صحبت سے باطن کے کارخانہ میں خلل نہ ڈالیں اور بارگاہِ قدس میں دائمی توجہ واقبال کو بلاوجہ ہاتھ سے نہ دیں، اور اگرچہ باطن کو دائمی اقبال (توجہ) حاصل ہو تاہم ظاہر کو بھی اُس سے جدا نہ کریں۔ والسلام

مکتوب ۲۳

مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقام اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچکر مسرت کا باعث ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور نیز
فقرا کی یاد سے فارغ اور بے مثل مطلوب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، حق سبحانہٗ اس شعلۂ شوق کو
بھڑکائے اور محبت کی آگ کو باطن میں روشن کرے تاکہ ماسوی اللہ سے کلی طور پر رہائی دلائے اور قرب و
معرفتِ بسیط کے مراتب تک پہنچائے۔ آپ نے کتابوں کے مطالعہ اور علوم کے درس میں مشغول ہونے کی
بابت لکھا تھا نیک و مبارک (کام) ہے اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] لیکن اس قسم کے نیک
اعمال کو وسیلہ سے زیادہ نہ جانیں اور مقصدِ اعلیٰ کو اس کے ماوراء تصور کریں۔ شریعت کے تین جزو ہیں: ۲۹
علم، عمل اور اخلاص، علم و عمل کے ذمہ دار علمائے ظاہر ہیں اور اخلاص کی حقیقت جو کہ تیسرا جزو ہے معرفت
سے مربوط اور صوفیائے کرام سے وابستہ ہے جو کہ علمائے باطن ہیں۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "اخلاص کی
حقیقت الخ" یہ اس لئے کہ اخلاص کی صورت عوام کو بھی حاصل ہے، اخلاص کی صورت یہ ہے کہ عمل
میں تصنع و تکلف کا محتاج ہو اور نیت کے حاضر کرنے پر موقوف ہو، اس اخلاص کے لئے دوام نہیں کیونکہ
اس (اخلاص) کا حامل کبھی اخلاص کے ساتھ ہے اور کبھی اخلاص کے بغیر مخلِص (بکسرِ لام) ہے، ح
المخلِصون علیٰ خطرٍ عظیم [اور مخلِص بہت بڑے خطرہ میں ہیں] آپ نے سنا ہوگا۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ
(وہ عمل) کسب و تصنع سے خالی ہوتا اور تکلف سے بے نیاز ہو کر دوام حاصل کر لیتا ہے، اس اخلاص کا
حامل جو کہ لام کی زبر کے ساتھ مخلَص ہے نیت کے صحیح کرنے کا محتاج نہیں ہے اور اس کی نیت فنا و
بقا کے ساتھ درست ہو چکی ہے، اس کا نفسِ امارہ جو کہ صفاتِ ذمیمہ (بری صفات) کا مقام ہے اپنے
مولا پر قربان ہو چکا ہے اور اطمینان کے ساتھ جا ملا ہے۔

میرے مخدوم! آپ نے اپنے باطنی سبق کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور اس کے شکر و شکایت
کے بارے میں کوئی حرف تحریر نہیں کیا، اس نعمتِ عظمیٰ کو ہاتھ سے نہ دیں، ذکرِ قلبی پر اسقدر مداومت
کریں کہ ذکر دل کی صفت و ملکہ ہو جائے اور یاد کرد کے تکلف سے چھوٹ جائے اور ظاہر کی غفلت اس
میں سرایت نہ کرے اور نیند و بیداری اس کے حصول میں یکساں ہو جائے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں]۔

ہمت کو بلند رکھیں اور مطلبِ اعلیٰ کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ خوش نہ ہوں، ان اللہ یحب معالی الھمم [بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۴

مولانا محمد حنیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً علی رسولہ الکریم اما بعد، روزمرہ کے امور لائقِ شکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و ثابت قدمی اور استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچے اللہ تعالیٰ آپ کو مقاصد کی انتہا تک پہنچائے اور صباحت و ملاحت کے کمالات سے کچھ حصہ میسر فرمائے اور صباحت کو ملاحت کی چاشنی کے ساتھ مرکب فرمائے۔ انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) دعا قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے اس طریقہ کی ترویج اور سنتِ عالیہ کی تجدید اور بدعتِ ناپسندیدہ کو مٹانے کی آرزو کی تھی، اس کو عالم الغیب و حکیمِ مطلق کی بارگاہ میں تفویض کیا ہوا رکھیں جو کچھ اس کی حکمت و ارادہ کا مقتضا ہے ظہور پذیر ہو جائے گا، قربِ قیامت کا زمانہ ہے اس طرح کے پُرفتن وقت میں ص۵۰
ایمان سلامت لیجانا بہت غنیمت ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ دعا و توجہ اس امر میں تفویض کے منافی نہیں ہے، منافیٔ تفویض ماسوا کے ساتھ ہونے کی التجا کرنا ہے آزار کا وہم جو آپ نے اس جانب سے خیال کیا ہے محض توہم ہے، یہاں پوری طرح صفائی ہے۔ مُلا عوض اور الغ بیگ کی تحریر کی نقل جو آپ نے بھیجی تھی اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا، صحیح احوال ہیں، اگر استخارہ کے بعد الغ بیگ کو لوگوں کی ایک معینہ تعداد کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیدیں تو گنجائش ہے، صحبت کی تاثیر و استقامت اور ترقی ظاہر ہونے کے بعد اس تعداد پر اضافہ کریں اور صوفی نظر کے احوال بھی بہت عمدہ ہیں اور ایک دوسرے دوست کے خطرات کی نفی اور توجہ کی تاثیر کے متعلق جو آپ نے لکھا تھا اور اس کو تعلیم طریقہ کی اجازت دینے کے بارے میں دریافت کیا تھا واضح ہوا، اگر استخارے رہنمائی کریں اور اس کے احوال و اطوار کی استقامت ظاہر ہو جائے تو استقامت کی شرط کے ساتھ اجازت دیدیں۔ والسلام علیکم وعلی سائر من لدیکم من اھل طریقتکم۔ [آپ پر اور اہل طریقہ میں سے جو لوگ آپ کے پاس ہیں ان سب پر سلام ہو۔]

مکتوب ۲۵

نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقر و ورع و تقویٰ پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات بھیجنے کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، ایک مدت ہوگئی ہے کہ آپ کا کوئی خط نہیں پہنچا دل منتظر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ظاہری عافیت اور باطنی جمعیت کے ساتھ رکھے اور تفرقہ ڈالنے والے لشکروں (اسباب) کے تفرقہ سے مامون و محفوظ فرمائے، پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی سنت کو زندہ کرنے میں کمر ہمت باندھیں، بدعت کے اندھیروں میں کہ جنھوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے خاص طور پر ایسے وقت میں سنت کو زندہ کرنا ایک بہت بڑا کام ہے، من احیا سنتی بعد ما امیتت فلہ اجر مائۃ شھید [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہے زندہ کیا تو اس کے لیے سو شہیدوں کا اجر ہے] آپ نے سنا ہوگا اور مالداروں کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں اور فقر و نامرادی کو عزیز جانیں اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کو جان کے ساتھ طلب کریں اور گناہ کو تھوڑا نہ جانیں اور اس دور افتادہ کو دعائے خیر سے نہ بھلائیں۔ ع

این کار دولت است کنون تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھیے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

والسلام علیکم

مکتوب ۲۶

ملا حامد کے نام شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمہ متعارفہ لا یذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ ط۱۵
وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ [اور تو ان کو جاگتا ہوا گمان کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ ۱۸/۱۸
پلٹ دیتے ہیں] ممکن کے آئینے میں وجود اور اس کے توابع یعنی اوصافِ کمال کے ظہور نے ممکن کو اس کی ظاہر بینی کی وجہ سے خیر و کمال کے وہم میں ڈال دیا ہے اور اس وہم کی وجہ سے اس نے اپنی ذاتی عدمیت اور پیدائشی نقص و شرارت کو فراموش کر دیا ہے اور اس بے بود نمود پر بنیادِ دراز رکھی ہے اور

اپنے مالک کے ساتھ کمالات اور اس کے مخصوص اوصاف میں شرکت و ہمسری کے دعوے کا مالیخولیا (جنون) پیدا کر لیا ہے، تیز نگاہ والا شخص ہمیشہ اپنی عدمیت اور ذاتی شرارت کو مشاہدہ کرنے والا ہے اور کمال و جمال کو اصل سے دیکھتا ہے اور عاریت و امانت سے زیادہ تصور نہیں کرتا اور (جملہ) امور میں تدبیر و تصرف کرنے والا حق تعالیٰ کو پاتا ہے، بندگی کی حقیقت کا حاصل ہونا اسی مقام میں ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) جو کہ ابلیسی جزء (ناری جزء) سے پیدا ہوتی ہے اس سے رہائی اسی مقام میں ہے، اس راہ کے سالک کے لئے ضروری و لازمی ہے کہ پہلے اپنے بندہ ہونے کو ثابت کرے اور نفس کی بندگی (فرمانبرداری) اور خواہش کی پرستش سے باہر ہو جائے اور آقا ہونے کی شرکت اور ہمسری کا دعوے کرنے کے مالیخولیا سے رہائی حاصل کرے تاکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے الطاف اور بے انتہا عنایات کا مورد (محلِ ورود) ہو جائے جس قدر وہ (بندگی) زیادہ ہوگی اسی قدر یہ (الطاف و عنایات) زیادہ ہوں گی، جس عارف کو یہ نفی و رہائی حاصل ہو گئی ہے وہ یہ خیال نہ کرے کہ اس نے نفی کے کام کو پورا کر لیا ہے اور رہائی کی حقیقت کو پہنچ گیا ہے، (ابھی) اسقدر گھاٹیاں اور رکاوٹیں درمیان میں ہیں کہ شمار سے باہر ہیں، سالک بیچارہ پہلے قدم سے ہی اپنی عدمیت (فنائیت) کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے اور اس رہائی کا ترانہ گاتا ہے اور بشریت کے وجود کی نفی کرتا ہے اور جہاں تک وہ جاتا اور عروج حاصل کرتا ہے اس نفی و عدمیت کے مراتب طے کرتا ہے، دیکھیں کون صاحبِ نصیب ہے جو اس معاملے کے انجام تک پہنچے اور اس رہائی کی حقیقت سے واصل ہو جائے ؎

کیف الوصول الی سعاد ودونھا قلل الجبال ودونھن خیوف

[میں سعاد (محبوبہ) تک کس طرح پہنچ سکتا ہوں (کیونکہ) میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی چوٹیاں اور غار حائل ہیں]

اجتبار و اصطفاء (جذب) کے بغیر اس انتہائی درجے تک پہنچنا بہت ہی دشوار ہے اہلِ انابت (اہلِ سلوک) کو اس مقصد کا حاصل ہونا دشوار ہے، جس قدر یہ رہائی اور فنائیت حاصل ہو جائے غنیمت ہے اور اسی قدر قرب کے مدارج اور انبساط کے مراتب حاصل ہیں، اہل اللہ کے قدموں کا ایک دوسرے سے بڑھ کر ہونا اس نسبتِ عالیہ کے تفاوت (کے اعتبار) سے ہے، اس راستہ کا سالک اس رہائی کی حقیقت اور اس نسبتِ عالیہ کو پہنچنے سے پہلے کلمۂ نفی و اثبات کے تکرار سے گویا اپنی الوہیت (معبود ہونے) کا اثبات کرتا ہے اور چونکہ وہ نفی کے مراتب ابھی اپنے سامنے رکھتا ہے اور ابھی (انہیں) انجام کو نہیں پہنچایا ہے (اس لئے) اس کا اثبات بھی راستہ ہی میں (ناقص) ہے اور مختصر یہ کہ (اس کا اثبات) ثبوتِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کے لائق نہیں ہے اور اس کے کہنے والے میں معلق ہے لا ینکر اللہ

۵۲ الا اللہ [اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے] کی حقیقت (کے حصول) کے بغیر اس گرداب سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "لا یذکر اللہ" (الا اللہ) کی حقیقت کے بغیر (یہ) اس لئے ہے کہ اس کی صورت تو سالک کو ابتدا میں بھی حاصل ہو جاتی ہے اور جہاں تک جاتا ہے گویا اس کلمہ کے ساتھ جاتا ہے، اگر فنا سے پہلے اس کلمہ کے ساتھ متکلم ہے جیسا کہ تجلی صوری والے اصحاب تو اس کا اللہ (کہنا) تعین امکانی پر واقع ہے کہ جس کو اس نے حقیقت کے عنوان سے جانا ہے اور یہ تعین نفی کے قابل ہے اور اگر فنا کے بعد اسماء وصفات وشیونات کے مراتب میں اس کلام کے ساتھ متکلم ہے تو اس کا اللہ (کہنا) ان مراتب پر واقع ہے اور یہ سالک کے اصول کے مراتب ہیں جو کہ وجوب وامکان کے درمیان برزخ ہیں دونوں طرف کے اعتبار سے ایک لحاظ سے نفی میں داخل ہیں اور ایک لحاظ سے اثبات میں داخل ہیں ایک لحاظ سے مقاصد ہیں اور ایک لحاظ سے مقاصد نہیں ہیں، مثبت اور آخری مقصد ان مراتب کے ماوراء ہے اور لا یذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت اس آخری درجہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب تک عالم دنیوی قائم ہے سالک نفی کے مقام میں ہے اور نفی سے چارہ نہیں رکھتا، مرتبۂ اثبات کا کامل طور پر حاصل ہونا عالم آخرت میں ہے لیکن جس کی دنیا کو آخرت بنا دیا گیا ہو اس کے لئے اس عالم میں مرتبۂ اثبات سے وافر حصہ حاصل ہونا جائز ہے ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کار شب نیست ‏ ‏ ‏ ‏ زبخت مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اسوقت رات کا کام ممکن نہیں ہے (لیکن) اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

تنبیہ: کوئی سادہ لوح نفی کے معاملہ کے انجام سے (یہ) خیال نہ کرے کہ ممکن امکان سے نکل جاتا ہے اور وجوب کے ساتھ جا ملتا ہے اور حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ خواہش وتعلق کو چھوڑ دیتا ہے اور شرک خفی کے دقائق اور نفسانی خداؤں سے رہائی پا لیتا ہے اور نفس رذائل سے پاک صاف ہو جاتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے پس جب تک ان دقائق میں سے کوئی دقیقہ باقی ہے اپنی الوہیت (خدا ہونے) کے گرداب سے پوری طرح باہر نہیں آتا، اس رہائی کی دشواری ہی کے باعث بزرگوں نے کہا ہے کہ ؎

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ‏ ‏ ‏ ‏ ہرگز ز صفات خود نہ گردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا]۔

اور یہ واقعہ بھی اسی مقام کی نزاکت سے ہے جو کہ منقول ہے کہ (ایک دفعہ) جب لوگوں نے محمد معشوق طوسی کو زبردستی نماز کے لئے کھڑا کر دیا، جب وہ آیت کریمہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں]

پہنچے تو اُن کے جسم کے ہر بال کی جڑ سے خون (کا) فوارہ (جاری) ہو گیا، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ میرا حکم حائضہ عورت کی مانند ہے یعنی حائضہ عورت ظاہری نجاست سے آلودہ ہے اور اس وجہ سے نماز اس سے ساقط ہے میں بھی باطن کی نجاست سے آلودہ ہوں اور میری عبادت خالص نہیں ہے اور چونکہ انھوں نے اپنے حال و وجدان کے برخلاف اس کلام کے ساتھ تکلم کیا (اس لئے) اس کی ہیبت سے (اُن کے) ہر بال کی جڑ سے خون جاری ہو گیا اور (ان کا) ظاہر بھی نجاست سے آلودہ ہو گیا اور حائضہ عورت کی طرح نماز کا مانع ہو گیا۔ والسلام

مکتوب ۲۷

۵۳

مولانا محمد حنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہوتے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا سے رُوگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں، اس تعالیٰ شانہٗ سے آپ کی سلامتی و استقامت کی دعا کی گئی ہے، معلوم نہیں کہ آپ کس وضع کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور وقتِ عزیز کس چیز میں صرف ہو رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ایام جدائی کی درازی نے کوئی تاثیر کی ہو اور کوئی فتور پیدا کیا ہو، اس فقیر کو یہ فکر لاحق ہے ؎

خوابم شد از دیدہ دریں فکرِ جگر سوز کاغوشِ کہ شد منزلِ آسائش خوابت

[اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش بنی]

(اپنے) والد کے پس ماندگان کو نزدیک کرنے کے ساتھ اپنے آپ کو بلا (آزمائش) میں نہ ڈالیں اور منعم حقیقی جل سلطانہٗ سے دوری تلاش نہ کریں اور بزرگانِ طریقت کی شرم کو ملحوظ رکھیں، الحیاء شعبۃ من الایمان [حیاء (شرم) ایمان کا ایک جزو ہے] آخر کار آپ ہر چیز سے اس سبحانہٗ کی طرف رُخ کریں گے اور سب کو اس تعالیٰ شانہٗ کے سپرد کریں گے اور بے فائدہ حسرت اپنے ساتھ لیجائیں گے، جو چیز آخر کار بے اختیار ہونے والی ہے اس کو آج ہی اپنے ساتھ لازم کیوں نہیں کر لیتے اور سب سے دست کش ہو کر عزّ و استغنا کے دامن کو مضبوطی سے کیوں نہیں پکڑتے، نامرادی کے گوشہ کے برابر کونسا گوشہ ہو سکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ہزار غم است از جہانیاں بر دل — ہمیں بس است کہ او غمگسارِ ما باشد
بکنج غارِ خلوت گزینم از ہمہ خلق — گر آں لطیفِ جہاں یارِ غارِ ما باشد

[اگر دنیا والوں (کی طرف) سے ہزاروں غم دل پر ہوں تو یہی کافی ہے کہ وہ (تعالیٰ شانہٗ) ہمارا غمگسار ہے، اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں۔]

بعض ضروری امور تھے جو اس مکتوب میں درج کرنے تھے چونکہ وقت تنگ تھا تحریر نہ کر سکا حاصل کلام یہ ہے کہ دعا سے غافل نہ رہیں اور احوال لکھتے رہیں اور خط کا لانے والا ملافقا جو کہ حضرت مخدومی و ملاذی میاں جیو (خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ قدس سرہٗ) کے خاص خدمت گاروں میں سے ہے امورِ خیر میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۸

سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر دلالت اور کمالِ فنا پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ نے مشرف کیا، آپ نے دل جمعی کی کمی اور واردات (کیفیات) کے نہ ہونے کی شکایت کی تھی۔ میرے مکرم! اگرچہ ظاہری دل جمعی میں فتور ہے ۵۴
لیکن امید ہے کہ باطن کا معاملہ ترقی و زیادتی میں ہے، واردات کا بکثرت ہونا اور احوال میں تلوّن (رنگا رنگی) مقامِ تلوین کی خبر دینے والا ہے اور ما سوا کا نسیان اور قلب کے خطرات (خیالات) کا دور ہونا جس کا آپ یہاں کی حاضری میں پتہ دیتے تھے مقامِ تمکین سے ہے، اس مقام میں واردات و احوال کی کمی کوئی نقصان نہیں رکھتی کیونکہ یہ مقام مطلوب تک پہنچنے کی کھڑکی ہے، جو امور کہ (سلوک کے) راستہ میں ظاہر ہوتے ہیں وہ اگر اس جگہ میں نہ ہوں تو کچھ فکر نہ کریں جو امر آپ کے سامنے ہے اس میں مصروف رہیں اور عبادات، واذکار و مراقبات کے وظائف میں مشغول رہیں، اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ ارادوں اور مقاصد کی نفی کریں اور اپنی ذات سے وجود اور اُس کے تابع کمالات کی نفی کریں تاکہ عدمیتِ ذاتی (ذات کا فنا ہو جانا) جلوہ گر ہو جائے اور نفسِ امارہ کی انانیت زائل ہونے لگے اور ہمسری کے دعوے اور شرکِ خفی سے رہائی حاصل کرے ممکن فی نفسہٖ عدم ولاشے ہے، اُس نے جہلِ مرکب کی وجہ سے اپنے آپ کو خیر و کامل تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد خیال پر بنیادِ دراز رکھی ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

وصافی خود بہ غم حاسد تا کے — ترویج چنیں متاع کاسد تا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف بتلک کرتا رہے گا، تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا۔]

بدنصیبی ہے اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت دستگیری نہ فرمائے اور اس بیچارہ کو ہلاکت کے گرداب سے باہر نہ نکالے۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۹

شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جناب برادرِ عزیزم شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلام عافیت انجام پڑھیں۔ یہاں کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! آپ کا رہنا اور آنا آپ کی مرضی پر موقوف ہے، استخارہ کے بعد دل کا رجحان جس طرف بے تکلف ہو اس کے مطابق عمل کریں، گوشہ نشینی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور حتی الامکان مخلوق سے الگ تھلگ رہیں مگر جو طالبِ حق اللہ تعالیٰ جل وعلا کے لئے آئے اس کے ساتھ صحبت رکھیں اور طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ حُبِ جاہ و ریاست پیدا ہو جائے اور خُفیہ طمع جگہ پا لے اور مقصدِ عظیم میں خلل ڈال دے اور اس راہ سے بہت ڈرتے رہیں اور دعا و استغفار کرتے رہیں اس کے باوجود اُن کے احوال میں مشغول رہیں اور ان کے ساتھ ہمنشینی رکھیں کیونکہ نیک کام کو بُرے خطرے کے ڈر سے ترک نہیں کر سکتے، اعمل واستغفر [عمل کر اور استغفار (بھی) کر]۔

مکتوب ۳۰ ۵۵

مولانا محمد حنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ مقدسہ و سنّتِ عالیہ مصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، امید ہے کہ وقت کی نگہداشت کرتے رہیں گے اور وقت و حال سے گذر جائیں گے اور احوال کے بدلنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف دوڑیں گے اور مطلوبِ بے مثال سے ملنے کے لئے مستعد رہیں گے اور جو چیز کہ فنا ہو جانے اور قائم نہ رہنے والی ہو خواہ وہ ظاہری ساز و سامان سے ہو یا باطنی معاملات سے ہو اُس سے یہ کہتے ہوئے رُوگرداں رہیں گے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ [بیشک پ ۷ ع ۸

میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں) والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم من اخوان الدین (تم پر اور اُن دینی بھائیوں پر سلام ہو جو تمہارے پاس ہوں)

مکتوب ۳۱

میرزا محمد شاہ کے نام بلند ہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، میرے مخدوم! حق جلّ وعلا کے ماسوا کی گرفتاری شدید ترین قلبی امراض میں سے ہے اس کے ازالہ کی فکر بھی نہایت اہم کاموں میں سے ہے، ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

اُس برادر بزرگ (آپ) کے مکتوب مرغوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، حق جلّ وعلا کی یاد میں مشغول رہیں اور فنائیت کی صفت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور سے رہیں کہ اس مقام میں حضور خود بخود ہے آپ نے لکھا تھا "تا کہ اذکرکم [میں تم کو یاد کروں گا] کا نتیجہ جو کہ اسم المتکلم کے ساتھ حق سبحانہٗ کی تجلی سے عبارت ہے شاید اُس پر مرتب ہو جائے" میرے مخدوم! ہمت کو بلند رکھیں اور اسم وصفت سے ذات تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ چاہیں اور بلندی سے پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور اذکرکم [میں تم کو یاد کروں گا] کو عموم حکم عام کے باوجود ایک اسم کی تجلی کے ساتھ خاص نہ کریں ان اللہ یحب معالی الھمم [بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے] والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۳۲

۵۶

خواجہ احمد بخاری کے نام ان کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اللہ تعالیٰ آپ کو النون الصاد (حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے طفیل اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، آپ کے گرامی نامہ نے مسرور وخوش وقت کیا آنجے جو روشن (واضح) واقعہ دیکھا تھا اور اس واقعہ میں بشارت پائی تھی کہ ہم آپ کو اولیاء اللہ کے مراتب کبریٰ سے گذار کر انبیائے کرام کے مراتب علیا تک لے آئے۔ پھر دوسرے واقعہ میں آپ نے

حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدس اللہ سبحانہ بسرہ العزیز کو دیکھا ہے اور سابقہ واقعہ کو ان عالی جناب کی خدمت میں عرض کیا ہے بہت خوب اور اعلیٰ ہے اس کے مطالعے نے بہت زیادہ لطف اندوز کیا۔ ؎

آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را   می تواند کہ دہد اشکِ مرا حُسنِ قبول

[جس (اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے]۔

لیکن جان لیں کہ اس قسم کے واقعات مبشرات ہیں، امیدوار رہیں کہ (اللہ تعالیٰ) اس معنی کو قوت سے فعل میں لے آئے اور گوش سے آغوش میں پہنچا دے اور دوسرا واقعہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "گویا آپ کسی دیو (شیطان) سے جنگ کر رہے ہیں آخر آپ اس پر غالب آ گئے ہیں" یہ بھی عمدہ ہے، اللہ تعالیٰ دشمنِ لعین پر غالب کرے اور اسلامِ حقیقی تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں نے ذکر نفی اثبات کو ایک سو ایک تک پہنچایا ہے اگر حکم ہو تو اس پر اضافہ کروں "میرے مخدوم! آپ نے بہت محنت کی ہے حق تعالیٰ اس پر اثر مرتب فرمائے، اگر آپ تکلف کے بغیر اضافہ کر سکتے ہیں تو اضافہ کریں بعض دوست اس سے زیادہ کہتے ہیں، آپ نے لکھا تھا "ایک شخص کہتا ہے کہ تیری کشادگی دل کی ولایت سے ہے دل کی جانب متوجہ ہو جا" آپ جان لیں کہ انسان کا دل حقیقتِ جامع ہے اور عالمِ خلق و عالمِ امر کے لطائف کے درمیان برزخ ہے اور عالمِ خلق و عالمِ امر کے کمالات کا جامع ہے جو فیوض کہ مبدأ فیاض سے وارد ہوتے ہیں پہلے دل میں آتے ہیں اور اس کے واسطے سے عالمِ خلق (کے لطائف) میں پہنچتے ہیں اور زبان ان کی ترجمانی کرتی ہے اس کے باوجود عالمِ امر کے پانچوں لطائف میں سے ہر ایک کے لئے مخصوص کمالات اور الگ معاملات ہیں اور ہر ایک کی ولایت دوسرے سے ممتاز ہے، بظاہر آپ کو حقیقتِ جامعہ قلبیہ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہوگی مقصد حق تعالیٰ تک وصول ہے خواہ کسی راستے سے بھی ہو، ملاقات کے وقت تک عبادات کے وظائف و مراقبات کے اذکار میں مشغول رہیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

والسلام

مکتوب ۳۲ ۵۷

سیدہ بی بی کے نام وظائفِ طاعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

عصمت پناہ عفت دستگاہ ہمشیرۂ دینی سیدہ بی بی اس جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں اس ہمشیرہ کو معلوم ہو کہ دنیا عیش و آسائش کی جگہ نہیں ہے کھیتی اور کام کرنے کی جگہ اور طاعت و عبادت کا مقام ہے، عیش و آسائش آخرت کے لئے تیار کی گئی ہے اس جگہ کی محنت کا نتیجہ وہاں کی

راحت ہے، پس چاہیے کہ طاعات وعبادات کے وظائف میں خوب مشغول رہیں اور اوقات کو ذکر وفکر سے آباد رکھیں، ذکرِ قلبی پر اس قدر مداومت کریں کہ دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ سے کامل قطع تعلق پیدا ہو جائے اور ذکر وحضورِ دل کی صفت لازمہ بن جائے کہ ہرگز اس سے جدا نہ ہو، کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو دل کی حضوری کے ساتھ زبان سے بکثرت کہیں تسبیح کے ساتھ ہو یا تسبیح کے بغیر، اگر تسبیح وشمار کے ساتھ کہیں تو ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جس قدر کہہ سکیں کہیں اور اگر زیادہ کریں تو بہتر ہے اور نماز تہجد واشراق وقتِ زوال ونماز اوابین و (نماز) قیام اللیل ادا کرتی رہیں اور ہر فرض کے بعد اور نیز سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھیں اور نیز تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھیں اور تین بار اَسْتَغْفِرُ اللہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھیں اور سورۃ اخلاص ومعوذتین (سورۃ الفلق وسورۃ الناس) بھی پڑھیں اور ہر صبح وشام سو سو دفعہ سبحان اللہ وبحمدہٖ پڑھیں اور نیز (ہر صبح وشام) سو سو بار سبحان اللہ اور سو سو بار الحمد للہ اور سو سو بار لا الٰہ الا اللہ اور سو سو بار اللہ اکبر پڑھیں اور نیز (ہر صبح وشام) دس دس بار درود شریف اور دس دس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور سوتے وقت بھی دس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہیں اور غروبِ آفتاب کے وقت ستر بار سبحان اللہ کہیں اور نیز ہر صبح کو اللھم ما اصبح بی من نعمۃ او باحد من خلقک فمنک وحدک لا شریک لک فلک الحمد ولک الشکر کہیں اور شام کے وقت (مذکورہ دعا میں) ما اصبح کی بجائے ما امسیٰ کہیں اور ہر روز یہ کلمات ایک بار پڑھیں سبحان القائم الدائم سبحان الحی القیوم سبحان الحی الذی لا یموت سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح سبحان العلی الاعلیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ اور نیز ہر روز سو بار لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین کہیں اور نیز پچیس یا ستائیس بار اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات کہیں اور یہ استغفار بھی پچیس بار ہر روز کہیں استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفر لی بزرگوں نے اس جلیل القدر استغفار کی روز وشب مداومت کی ہے اور اس کے منافع وفوائد کو بہت زیادہ مشاہدہ کیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک دن میں پچیس بار کہے گا وہ اپنے گھر میں اور اپنے آپ سے اور اپنے شہر سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا اور حاجات برآری وحل مشکلات کے لئے کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پانسو بار کہیں اور اس کے اول وآخر درود شریف پڑھیں جو سو بار سے کم نہ ہو۔

مکتوب ۳۴

سیادت پناہ جامعِ جلیلہ ثالث حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرارِ غامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) صحبت کی برکت سے صحابۂ کرامؓ کمال درجہ کے زہد و تبتل (مخلوق سے قطعِ تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا) توکل، انقطاع، ترک، صبر، قناعت اور ان کے مانند دیگر اوصافِ کمال سے موصوف ہوئے ہیں اور ان کی صورت و حقیقت (ظاہر و باطن) و قلب و قالب میں یہ نسبت اور یہ کمال پورے طور پر سرایت کئے ہوئے تھا، تمام اُمتیں خواہ کتنی ہی کوشش و سعی کریں اس بلند درجہ تک نہیں پہنچ سکتیں اور ان عظیم امور میں صحابۂ کرامؓ کی برابری نہیں پاسکتیں، حاصل کلام مشائخِ کاملین کے اعلیٰ طبقہ کا قلب و قالب ظاہری اتباع کے ذریعہ سے اس نسبتِ عالیہ پر ہے اور انھوں نے کامل جد و جہد سے اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ظاہری مشارکت بہم پہنچائی ہے، اور ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے لئے یہ کمال صورت و حقیقت و قلب و قالب کے ساتھ ثابت ہے اور ان کے قلب کو طبقۂ اعلیٰ وخیر القرون کے قلب کے ساتھ ظاہری و باطنی مشارکت کمال متابعت کی وجہ سے بلکہ محض فضل و عنایت سے حاصل ہے اور حضرتِ عالیؒ کے بعض اصحاب بھی اس نسبتِ عالیہ کے امیدوار ہیں اور اُن کے قلب و قالب کی صورت و حقیقت کو اس کمال کی بشارت دی گئی ہے۔ ع

بکریماں کارہا دشوار نیست (کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے)

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو ۶۲/۴
چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)۔

مکتوب ۳۵ ۵۹

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کامل فنا پر مرتب (ہوتے) ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ ازل و ابد کو ایک ہی آن واحد پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں دیگر (عصر) کی نماز سے کچھ پہلے

بیٹھا تھا کہ اس شخص کو اس شخص سے لے گئے (یعنی مجھے خود سے وارفتہ کر دیا) وہ اُس وقت میں نہ اپنے آپ کو جوہر پاتا تھا نہ عرض، نہ جسم پاتا تھا نہ جسمانی اور نہ محدود پاتا تھا نہ غیر محدود، نہ اپنے آپ کو عالم میں داخل پاتا تھا نہ (اس سے) خارج، کان آنکھ بن گئے تھے اور آنکھ کان، بلکہ تمام اعضا آنکھ بن گئے تھے ہستی کا مطلق کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا تھا اور وجود و لوازم وجود سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی تھی اور عالم کو اپنا ظل دیکھتا تھا۔" میرے مخدوم! اس قسم کے معاملات بقائے کامل کی خبر دینے والے ہیں جو کہ فنائے کامل پر مرتب ہوتی ہے اور بقائے ذات سے تعبیر کی جاتی ہے اور چونکہ وہ مرتبۂ مقدسہ امکان کے اوصاف سے منزہ و پاک ہے (اس لئے) عارف بھی اس مقام میں اپنے آپ کو امکان کے اوصاف مثلاً جوہریت و عرضیت و جسم و جسمانیت سے بری پاتا ہے اور ذات تعالیٰ کی مانند اپنے آپ کو نہ عالم میں داخل دیکھتا ہے اور نہ عالم سے خارج۔ اور ذات تعالیٰ کا مرتبہ اگرچہ صفات کے مراتب سے ماوراء ہے لیکن صفات کے اصول کہ جن کو شیونِ ذاتیہ کہتے ہیں اس بارگاہ میں موجود ہیں اور چونکہ اس مرتبۂ عالیہ میں تمیز مفقود ہے (اس لئے) یہ شیون ذاتِ اقدس سے متمیز نہیں ہیں اور عین ذات ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی تمیز نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے عین ہیں اور نیز مرتبۂ ذات تعالیٰ میں تبعض و تجزی (ٹکڑے اور اجزا ہونا) نہیں ہے اس لئے ذات عز برہانہ خود کامل طور پر ان شیونات میں سے ہر ایک کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بتمامہ علم بتمامہ قدرت (اور) بتمامہ ارادہ ہے، جو عارفِ متخلق (جو اس صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے) بھی اس مقام میں اپنے آپ کو صفات میں سے ہر ایک کا عین دیکھتا ہے مثلاً اپنے آپ کو بتمامہ علم اور بتمامہ ارادہ پاتا ہے، تمام صفات کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور صفات میں تمیز کرنا بھی مفقود پاتا ہے مثلاً علم کو عین سمع دیکھتا ہے اور سمع کو عین بصر پاتا ہے اور نیز اس مقام میں عارف عالم کو اپنا ظہور اور تفصیل پاتا ہے اور خود کو اس کا کُل اور اجمال سمجھتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ابتدا و انتہا اور ازل و ابد کے درمیان تناقض و منافات (تضاد) مطلقاً مفہوم نہیں ہوتا" میرے مخدوم! مطلوبِ حقیقی چونکہ زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے اگر اس کا طالبِ صادق بحکم تخلق (اس کی صفات کے ساتھ متصف ہونے کے اعتبار سے) اپنے آپ کو زمان کی قید سے خارج پائے اور ماضی و مستقبل اس کی نگاہ میں یکساں دکھائی دے تو کیا تعجب ہے، ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے لکھا ہے کہ ممکن جب اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے قرب کے مقامات میں زمان کے دائرہ سے باہر پاؤں رکھتا ہے تو ازل و ابد کو متحد پاتا ہے الیٰ آخرہ۔

مکتوب ۳۶

ملا عبدالرزاق کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ صلاح آثار برادرم ملا عبدالرزاق نے چند سوالات کئے تھے وقت کی گنجائش کے مطابق ان کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے وباللہ العصمۃ والتوفیق۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی غلطی سے بچانے والا اور (حق کی) توفیق دینے والا ہے)۔

پہلے اور چھٹے سوال کا حاصل یہ ہے کہ "بعض اوراد اور قرآن مجید کی سورتیں کہ اس طریقہ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے جن کے پڑھنے کا معمول تھا اب اُن اوراد کو عمل میں لائے یا نہ لائے، اور نمازِ تہجد و نمازِ ضحیٰ (اشراق و چاشت) وغیرہ پڑھے یا نہ پڑھے اور قبض کے اوقات میں کتبِ فقہ و کلام کے مطالعہ اور قرآن مجید کی بعض سورتوں کے حفظ میں مشغول ہو یا نہ ہو؟"۔ جواب: اس طریقہ کے بزرگ، مبتدی طالب کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ ماخوذ ذکر کے علاوہ غیر از فرض و سنتِ مؤکدہ کسی اور امر میں مشغول ہو، اور یہ فقیر مبتدیوں کے لئے قدرے توسع (گنجائش) کر دیتا ہے، اور آپ کو چونکہ ابتدائی معاملے سے کئی منزل ترقی کر چکے ہیں بطریقِ اولیٰ اجازت ہے کہ بعض مسنون اوراد پڑھتے رہیں اور نمازِ تہجد و ضحیٰ (اشراق و چاشت) و اوابین وغیرہ سننِ زوائد میں سے بھی ادا کیا کریں، (نمازِ تہجد و قیام لیل (کے متعلق) کہہ سکتے ہیں کہ صوفیہ عالیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی ضروریات میں سے ہے اور تعلیم و تعلم (پڑھنا اور پڑھانا) ہمارے طریقہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ نیتِ صالحہ کے ساتھ باطنی نسبت کا مددگار ہے، دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہیں اور اُن کے سیکھنے اور سکھانے میں راغب رہیں، اس عظیم کام کے لئے ایک وقت مقرر کر لیں اور باقی اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور اگر قرآن پاک کی بعض سورتیں یاد کر لیں تو گنجائش ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ "عوام میں مقرر ہے کہ فرائض و سنن کے ماسوا کسی عمل میں کسی بزرگ کی اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے، حقیقت میں اسی طرح ہے یا نہیں؟"۔ جواب: چونکہ اعمالِ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول رہے ہیں اور وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خصوصیت نہیں رکھتے اُن کو آخرت کے ثواب کی نیت سے بجا لانے میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہی اجازت ہے

اور اُمت کے لئے سنت ہے) ہاں بعض اعمال و اذکار و ادعیہ و رقیات (منتر و تعویذات) حاجات برآری اور حلِ مشکلات کے لئے ہیں کہ اُن کی تاثیر استاد و مرشد کی اجازت پر موقوف ہے۔

تیسرا سوال:[1] سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوات واکمل التحیات کی صحبت آپ کے رحلت فرما جانے کے بعد بیداری کی حالت میں واقع ہے یا نہیں؟ اور واقع ہونے کی صورت میں مقبرۂ مقدسہ (روضۂ اطہر) کا جسدِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے خالی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے ہے۔ جواب: اول یہ کہ خالی ہونا غیر مسلّم ہے اس لئے کہ مشائخ اُمت ایک آن میں متعدد جگہوں میں حاضر (موجود) ہوئے ہیں جیسا کہ خواجۂ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس سرہٗ) کے بارے میں منقول ہے کہ وہ افطار کے وقت سات جگہ حاضر ہوئے اور ہر جگہ افطار کیا اور (حضرت) شاہ کمال (قدس سرہ) کے متعلق بھی نقل کرتے ہیں کہ نماز کے وقت جس جگہ بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت گذر گیا لوگوں نے خیال کیا کہ انھوں نے نماز نہیں پڑھی (لیکن) اسی وقت دوسری جگہ لوگوں نے دیکھا کہ انھوں نے نماز پڑھی۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ امر کا محال ہونا غیر مسلّم ہے کیونکہ جسدِ مبارک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خالی ہونے کی صورت میں روضۂ منورہ میں روحی حضور پایا جاتا ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ جسم سے خالی ہونا جس کا اوپر ذکر ہوا اسوقت لازم آتا ہے جبکہ جسدِ مبارک کا وہاں سے منتقل ہونا واقع ہو، جو چیز کہ واقع ہوتی ہے وہ روحانی ملاقات ہے اگرچہ جسم کی صورت میں ظاہر ہو اور روح جسد اختیار کرے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال (حقیقتِ حال کو اللہ سبحانہٗ ہی بہتر جانتا ہے)۔

چوتھا سوال: "انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات قبور کے اندر حیات رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر رکھتے ہیں تو کیا ایسی حیات رکھتے ہیں جیسی کہ دنیا میں رکھتے تھے یا کسی اور طرح کی ہے؟" جواب: حیات رکھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار (آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں) لیکن (وہ حیات) دنیوی حیات کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ دنیا سے انتقال کر کے آخرت سے جا ملے ہیں اور قرب کے درجات میں لطف اندوز و خوش ہیں الانبیاء یصلون فی قبورھم (انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں) آپ نے سنا ہوگا اور (روایات میں) جہاں کہیں ان بزرگوں پر موت کا لفظ استعمال ہوا ہے اُن کے اس دارِ فانی سے انتقال فرمانے کے اعتبار سے ہے اور شہداء اس بارے میں سبقت رکھتے ہیں اور ان کی حیات (کا ثبوت) زیادہ قوی ہے انبیاء علیہم الصلوات

---

[1] اس سوال کی کیفیات و احوال کی مزید توضیح و تشریح کے لئے مکتوباتِ معصومیہ کا دفتر سوم مکتوب ۵ ملاحظہ ہو۔ اور اس کے جواب کیلئے دفتر سوم مکتوب ۲۳ ملاحظہ فرمائیں اس میں صحیح یہ ہے کہ "یہ جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے ..... اور کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام اور علماء کیلئے ہے۔" نیز دفتر سوم کا مکتوب ۲۴ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم)

والبرکات پر (لفظ) اموات کا اطلاق (استعمال) وارد ہوا ہے اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والوں پر ص ۶۳
(اس لفظ کا استعمال) وارد نہیں ہوا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ
وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) کئے جاتے ہیں اُن کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ پ ۲ / ۱۵۴
زندہ ہیں لیکن تم اس (زندگی) کا شعور نہیں رکھتے۔)

پانچواں سوال:۔ اگر ختم کا ثواب کسی شخص کی روح کو بخشنا چاہیں تو پہلے سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی روحِ مطہر کو پیش کرنا چاہئے اس کے بعد میت کی روح کو بخشیں اور اگر اس طرح نہ کریں تو جس شخص کی نیت سے پڑھا ہے اس کو ثواب نہیں پہنچتا اور نیز چاہئے کہ تمام اہلِ ایمان کی ارواح کو نہ بخشیں ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کریں گے۔ کیا فی الواقع اسی طرح ہے یا نہیں؟ اور اگر فی الواقع اسی طرح ہے تو حضرات خواجگان کے ختم میں اس طرح کیوں نہیں کرتے؟۔ جواب:۔ صدقہ کے ثواب کو اول پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی روحِ مبارک کو پیش کرنا اور میت کو آنسرور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طفیلی بنانا مستحسن امور میں سے ہے اور قبولیت کی امید بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے، ایسا کرنا صدقہ کے ارکان و واجبات میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر صدقہ ہرگز قبول ہی نہ ہو، اور اگر آپ اس بارے میں کوئی قابلِ اعتماد نقل رکھتے ہیں تو اس کو ظاہر کرنا چاہئے اور عمل (نیکی) کا ثواب تمام مومنین و مومنات کی ارواح کو پیش کرنا بھی مستحسن ہے کہ ہر ایک کو پورا ثواب پہنچتا ہے اور جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کرتے ہیں" اس بارے میں کوئی نقل (روایت) ظاہر نہیں ہے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خزانۃ الروایۃ میں اسی طرح ہے" میرے مخدوم! خزانۃ الروایۃ کو جب دیکھا گیا تو مقدمہ ثانیہ نظر نہیں آیا، تعجب ہے کہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے، اور حضرات خواجگانؒ کے ختم میں اگر پہلے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا اسمِ مبارک لیں تو نیک و مستحسن معلوم ہوتا ہے لیکن بزرگوں سے اسی طرح سُنا گیا ہے اور اسی طرح کیا جاتا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس ختم میں شریک نہ کرنے کی ایک اور عمدہ وجہ ہے اور وہ وجہ ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) کے مکتوباتِ شریفہ کی تیسری جلد کے ستائیسویں مکتوب سے واضح و ظاہر ہے اگر آپ اس مکتوب کا مطالعہ کریں تو اکثر شبہات کا حل ہو جائے اور یہ ختم (ختم خواجگان) حاجات کے بر آنے اور مشکلات کے حل ہونے اور آفات کے دُور ہونے کے لئے اس طریقہ والوں میں معمول و منقول ہے۔

ساتواں سوال :- جسمانی معراج پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے واقع ہے یا نہیں؟ اور روحی عروج (معراجِ روحانی مراقبہ میں (ہوتی) ہے یا کھلی آنکھ کے ساتھ؟

۲۳ جواب : جسمانی معراج کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے اور روحی عروج بیداری اور کھلی آنکھ سے واقع ہو اور جو کچھ خواب میں (واقع ہوتا) ہے وہ دائرۂ اعتبار سے خارج ہے ۔

ہم از
چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (اس لئے) آفتاب ہی کی کہتا ہوں، نہیں شب ہوں (اور) نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات کہوں]

آٹھواں سوال :- جو شرح دیوان اور کتبِ تواریخ میں مذکور ہے کہ جب حضرت امیر (علی المرتضیٰ) کرم اللہ وجہہ نے بعض لوگوں کی عداوت کو دیکھ لیا تو پانچوں نمازوں کے بعد پانچ اشخاص پر کہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) وغیرہ ہیں لعنت کرتے تھے اور وہ لوگ بھی اس خبر کے سننے کے بعد پانچ شخصوں پر کہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ) و حضرات حسنین و عبداللہ بن عباس و مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں پانچوں نمازوں کے بعد لعنت کرنے لگے یہاں تک کہ خلفائے بنی امیہ میں یہ مذموم فعل ہمیشہ (جاری) رہا اور وہ لوگ خطبہ میں اہلِ بیت پر لعنت کرتے تھے یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کو دور

۱۶/۹۰ کیا اور آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیۃ [بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے] کو اس کی جگہ مقرر فرمایا۔ آیا یہ ناپسندیدہ واقعہ حقیقت میں ہوا تھا یا نہیں؟ - جواب : حضرت امیر کرم اللہ وجہہ جو کہ سراپا رحمت تھے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی ادنیٰ مسلمان کو لعنت کریں، چہ جائیکہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو لعنت کریں جو کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کے اصحاب میں سے تھے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے اور حضرتِ امیر (رضی اللہ عنہ) نے اُن کی اور ان کی جماعت کی شان میں فرمایا ہے : اخواننا بغوا علینا لیسوا کفرۃ ولا فسقۃ لما لھم من التاویل [وہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی، وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے لئے کچھ تاویل ہے] جب وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اس جماعت سے کفر و فسق کی نفی فرماتے ہیں تو وہ کسی مسلمان کو لعنت کیوں کرتے۔ دینِ اسلام میں کسی شخص حتیٰ کہ کافر فرنگ کو بھی لعنت کرنا عبادت کا کام نہیں ہے پس حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) اس لعنت کو پانچوں نمازوں کے بعد جو کہ محلِ ذکر و دعا ہے اپنی دشمنی کی وجہ سے اپنا ورد کیوں بناتے، ان لوگوں نے حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کے نفس کو جو کہ نہایت کامل فنا و اطمینان کے ساتھ متصف تھا اور انانیت و خودی سے رہائی حاصل کر چکا تھا اپنے اَمّارہ سرکش نفسوں کی طرح جو کینہ و بغض و عداوت کے ساتھ موصوف ہیں خیال کر لیا ہے کہ اس قسم کا

بہتان و افترا اُن حضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں حضرت امیرؓ فنا فی اللہ و فنا فی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ درجہ تک پہنچے ہوئے تھے اور اپنی جان و مال کو آنسرور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر
فدا کر چکے تھے وہ خدا تعالیٰ جل وعلا کے دشمنوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
کے دشمنوں پر کہ جنھوں نے طرح طرح کی سختیاں اور ایذائیں آنسرور دین و دنیا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو
پہنچائی ہیں لعنت کرنے کو اپنا ورد کیوں نہ بناتے اور اپنے دشمنوں کو لعنت کیوں کرتے حالانکہ "لما لھم من
۶۲ التاویل [اُن کے لئے کچھ تاویل ہے]" کا جملہ دشمنی کی نفی کرتا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ یہ لڑائیاں اور
جھگڑے عداوت و بغض کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ تاویل و اجتہاد کی رو سے تھے جو کہ ملامت کا مقام نہیں
ہیں چہ جائیکہ لعنت کا مقام ہو، اگر کسی کو سبّ (گالی دینا) و لعنت کرنے میں حسنِ عبادت کے معنی ہوتے
تو ابلیسِ لعین و ابو جہل و ابو لہب و کفارِ قریش کو جنھوں نے قسم قسم کے ظلم و ایذا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائیں اور دینِ متین کی طرح طرح کی اہانت کی ہے لعنت کرنا اسلام کے واجبات
میں سے ہوتا، جب یہ بات نہیں ہے تو وہ بات بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا جب تو شیطان کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تو نے ملعون کو لعنت کی اور جب تو اس سے
اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے تو نے میری پیٹھ توڑ دی۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے
کہ شیطان کو سبّ (گالی) مت کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ پس معلوم ہوا واضح
ہو گیا کہ یہ بات حضرت امیرؓ پر بہتان و افترا ہے، پس نقل کرنے والے نے جو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ)
کے حضرت امیر و حضرات حسنین وغیرہم (رضی اللہ عنہم) پر لعنت کرنے کو اس لعنت پر متفرع کیا ہے
حضرت معاویہؓ پر بھی یہ افترا ہے۔ پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "آیا حقیقت میں یہ واقعہ ہوا تھا یا نہیں؟
اگر ہوا تھا تو معاویہؓ وغیرہ پر لعنت کرنا کیوں جائز نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کشاف کی
عبارت کا محمل کیا ہوگا" میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ اہلِ سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں طعن جائز نہیں ہے اور یہ افترا اُن کے حق میں طعن ہے، کوئی
صحیح روایت بھی اس بارے میں نہیں ہے، اہلِ تاریخ کا قول ثابت ہو جانے کی صورت میں اس بارے
میں کیا سند ہے، دین کا مدار اہلِ تاریخ کے قول پر نہیں رکھا جا سکتا، اس جگہ امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے
اصحاب (رحمہم اللہ) کا قول معتبر ہے نہ کہ اہلِ تاریخ کا قول۔ اور کشاف کی عبارت جو کہ نقل کی ہے،
حضرت امیرؓ یا حضرت معاویہؓ کا نام اس عبارت میں لکھا ہوا نہیں ہے اور وہ عبارت ہرگز اس
بات پر دلالت نہیں کرتی کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک نے دوسرے پر لعنت کی ہو، عبارت

بالکل واضح ہے، ہمارے مطلب کے ساتھ کچھ بھی تضاد نہیں رکھتی جو اس کا محمل تلاش کیا جائے، ہاں خلفائے بنی اُمیہ نے کئی سال تک برسرِ منبر اہلِ بیت کو سب و لعن کیا اور عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کا قلع قمع کیا، جزاہ اللہ سبحانہ عنا خیر الجزاء [اللہ سبحانہ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے] لیکن (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ان میں شامل ہونا ناقابلِ تسلیم ہے، کس قدر قباحت ہوگی اگر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ملعون و مطعون ہوں گے تو صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک بہت بڑی جماعت جو ان مخالفتوں اور لڑائیوں میں ان کے ساتھ شریک تھی اور ان میں سے بعض عشرۂ مبشرہ[1] ہیں ملعون و مطعون ہوں گے اور ان اکابر کو طعن کرنا اُس نصف دین میں طعن کا موجب ہوگا جو اُن کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے اور کوئی بھی مسلمان اس کو جائز قرار نہیں دیگا۔

میرے مخدوم! جس مسئلہ کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں دو مذہب ہیں: مذہبِ اہلِ سنت و جماعت و مذہب شیعہ، مذہبِ شیعہ خلفائے ثلاثہ و معاویہ وغیرہم (رضی اللہ عنہم) کو سب کرنا (برا کہنا) ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چند ایک کے سوا تمام اصحاب پیغمبر مرتد ہوگئے، ۶۵
اور اہلِ سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب کو خوبی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے اور (اُن میں سے) کسی ایک کے ساتھ بھی برا نہیں ہونا چاہئے، من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم [جس نے اُن سے محبت کی اس نے میری محبت کے باعث اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو اُس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا] اُن کے آپس کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجوہ پر محمول کرنا چاہئے اور اُن کو خواہشِ نفس و تعصب سے پاک سمجھنا چاہئے۔ امام نووی (رضی اللہ عنہ) شارحِ مسلم نے کہا ہے کہ اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) ان باہمی لڑائی جھگڑوں میں تین گروہ تھے، ایک جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو حضرت امیر (علی مرتضیٰ) کی جانب پایا تھا اُن کے لئے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا اور حضرت امیرؓ کی امداد کرنا واجب تھا اور دوسری جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو مخالف جانب میں معلوم کیا تھا اس جماعت کے لئے اجتہاد کے موافق دوسری جانب کی امداد کرنا لازم تھا، اور ایک جماعت اجتہاد کے ذریعہ توقف میں رہی اُن کے لئے توقف ہی واجب تھا پس ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور طعن و ملامت ان سب سے دور کر دیا گیا ہے، ھذا (یہ ہے اس مسئلہ کی تفصیل) لیکن حضرت امیرؓ اور ان کے موافقین اجتہاد میں صحیح رائے پر تھے دوسری جانب کے حضرات خطا پر تھے مگر چونکہ یہ خطا اجتہادی

[1] دس صحابی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ (مترجم)

خطا ہے (اس لئے) ملامت وطعن سے پاک ہے اور ایک درجہ ثواب رکھتی ہے اور صحیح رائے والا مجتہد دو درجہ (ثواب کا مستحق ہے)۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا [یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے پس ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو اُن سے پاک رکھیں] یہ عبارتِ شریفہ دلالت کرتی ہے کہ خطا کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے اور (اُن کو) اچھائی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے، جب دونوں مذہب معلوم ہوگئے تو جو لوگ کہ (حضرت) معاویہؓ کے ساتھ بُرے ہیں اور طعن کرتے ہیں اگرچہ وہ دوسرے اصحاب کے ساتھ اچھے ہوں وہ اہلِ سنت وجماعت سے خارج ہیں اور اگر اس مسئلہ میں اہلِ سنّت کے مذہب کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو ان کے عقائد کی جو معتبر و مستند کتابیں ہیں ان کی طرف رجوع کریں اور شاذ و ضعیف اقوال کی طرف توجہ نہ کریں اور شیعہ بھی اس جماعت سے اس وقت تک خوش نہیں ہوتے جب تک یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کو سبّ نہ کریں پس یہ لوگ نہ سُنّی ہیں نہ شیعہ، انھوں نے تیسرا مذہب اختراع کیا ہے۔

نواںؒ سوال: عقیدہ یہ ہے کہ خاتمہ مبہم ہے اگر کوئی شخص اپنے پیر و مرشد کے حق میں کہ جس سے اس نے استفادہ کیا ہے خلوصِ اعتقاد کی وجہ سے اس کے حسنِ خاتمہ کا حکم کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے کیونکہ (ایسا حکم) وحی سے وابستہ ہے، اگر اکابرِ دین کی سلامتی خاتمہ کا ظنِ غالب اور علمِ اطمینان رکھے تو گنجائش ہے اور اسی طرح الہام سے خاتمہ کے اچھا یا برا ہونے کا قطعی حکم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ الہام ظنی دلیل ہے لیکن ایک ظن سے دوسرے ظن تک آسمان و زمین کا فرق ہے۔

دسواںؒ سوال سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ جواب: سلوک سیرِ آفاقی اور جذبہ سیرِ انفسی ہے، حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ سیرِ آفاقی بُعد در بُعد اور سیرِ انفسی قُرب در قُرب ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آتا اور اپنے دل کے گرد پھرتا ہے، بزرگوں نے کہا ہے یافت (پانا) انفس پر موقوف ہے اپنے سے باہر ہرگز یافت نہیں ہے ؎

چوں جلوہ آں جمال بیروں ز تو نیست　　پا در دامان و سر بجیب اندر کش

[چونکہ اُس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے (اس لئے تو) پاؤں اپنے دامن میں اور سر اپنے گریبان میں کھینچ لے]

؎ ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست　　با تو در زیرِ گلیم است ہر چہ ہست

[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لیجا، جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ساتھ کمبل کے نیچے ہی ہے]

اور اس مقام کے بارے میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کا ایک منفرد قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ

مطلوب کی یافت آفاق وانفس کے ماوراء ہے اور انفس آفاق کی طرح راستہ میں ہے (یہ) سیر آفاقی و سیر انفسی سے باہر اور جذبہ وسلوک سے ماوراء ایک معاملہ ہے ع

لذتِ مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی	[خدا کی قسم جب تک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

گیارھواں سوال: اس کی تقریر جواب سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔

بارھواں سوال: لکڑی، طمانچہ اور جوتا اپنے سر پر مارنا مقصود کے حاصل ہونے کا سبب ہے یا نہیں؟ جواب: مطلب تک پہنچنے کا اعلیٰ رکن ذکر اور شیخ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ ہے، اس قسم کے امور جو آپ نے لکھے ہیں ضروری نہیں ہیں اور بے نفع بھی نہیں ہیں۔

تیرھواں سوال: ذکر میں حبس دم (سانس روکنا) بدعت ہے یا نہیں اور اگر بدعت حسنہ کہیں تو حضرت عالی قدرنا اللہ سبحانہ بسرہ کے مطابق کسی بدعت میں حُسن (خوبی) نہیں ہے پس بدعت ہونے سے یہ عمل کس طرح باہر ہو سکتا ہے۔ جواب: ذکر فی حد ذاتہ مسنون و حسن ہے اس میں سانس کا روکنا اس وقت بدعت ہو گا جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عمل صدر اول (شروع زمانۂ اسلام) میں نہیں تھا اور یہ (ایسا ثابت ہونا) ناقابلِ تسلیم ہے، اور نیز اس طریقہ (حبس دم) کو حضرت خضر (علیہ السلام) نے حضرت خواجہ عبد الخالق کو جو کہ حضرات خواجگان کے سردار سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے اور ان کے عمل کو بدعت کا حکم نہیں دے سکتے، ہمارے حضرت خواجہ (بہاء الدین نقشبند) قدس سرہ کے ملفوظات میں منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے خرقہ کے بارے میں معنعن سند بیان کرتے ہیں اور انھوں نے ذکر کی سند معنعن بیان نہیں کی ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر و حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے ہمارے اس آج کے دن تک ذکر معنعن پہنچا ہے اور واسطوں میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا ہے۔ اسی اثنا میں حاضرین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبرؓ سے اور ذکر کا طریقہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہا سے پہنچا ہے (تو) یہ کس طرح پہنچا ہے؟ آپ نے فرمایا جو ذکر کہ اس سلسلۂ (عالیہ) میں ہے حبس کو وقوفِ عددی کہتے ہیں منفرد طریقے مثلاً حبسِ دم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس کے ساتھ ملانے کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معنعن پہنچا ہے اور طریق صحبت بھی اُن سے پہنچا ہے کیونکہ وہ (حضرت صدیقؓ) سفر و حضر میں آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور صحبت کے ذریعہ فیض حاصل کرتے تھے۔ ۲۶۷

چودھواں سوال: کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر آتا ہے تو یہ اشکال

لازم آتا ہے کہ وہ زمین اس عرصہ میں کعبہ کی دیواروں سے خالی رہے گی الخ۔ جواب: (کعبہ زیارت کیلئے آتا ہے اور (اس میں) کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ "کعبہ پتھر اور ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے چھت اور دیواریں (مراد) نہیں ہیں کیونکہ اگر چھت اور دیواریں درمیان میں نہ رہیں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے[1]" پس اس تقدیر پر کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے اور اس کی دیواریں اپنی جگہ پر رہتی ہیں۔

پندرھواں[15] سوال: اس طرز کا ذکر وافاضہ (فیض پہنچانا) و توجہ جو کہ اس طریقہ میں معہود (مقرر) ہے سب سے پہلے کن مشائخ سے شروع ہوا ہے، حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے وقت میں بھی تھا یا نہیں، اور اگر نہیں تھا تو پھر یہ طریقہ اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہو گیا۔ جواب: حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے سر سلسلہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی (قدس سرہ) ہیں اور ان بزرگوں کا جذبہ جو کہ صفتِ قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبۂ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے حضرت خواجہؒ کو پہنچا ہے اور اُن کو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوفِ عددی ہے پس اصل نسبت حضرت صدیقؓ سے ہے اور اس کے وصول کا طریقہ حضرت خواجہ سے ہے اور اس نقل کے مطابق جو کہ ہمارے حضرت خواجہ (بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ کے ملفوظات سے بیان ہو چکی ہے ذکر بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) کو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے پہنچا ہو اور اُن سے حضرت خواجہ عبد الخالق (غجدوانی قدس سرہٗ) کو (پہنچا ہو) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور دوسرا جذبہ ص ۶۸ جو کہ معیتِ ذاتیہ کے واسطے سے پیدا ہوتا ہے اور اُس کو اس طریق میں جذبۂ معیت کہتے ہیں اس کے ظہور کا مبدا حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ ہیں اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار (قدس سرہٗ) نے جو کہ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) کے سب سے پہلے خلیفہ ہوئے ہیں اور اپنے وقت کے قطب بھی تھے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ وضع کیا ہے اور اس کو طریقۂ عالیہ علائیہ کہتے ہیں، ان کی عبارات میں آتا ہے کہ طریقوں میں سب سے اقرب طریقۂ عالیہ علائیہ ہے، اس جذبہ کی اصل حضرت خواجہ بزرگؒ سے ہے اور اس کے حصول کا طریقہ حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ سے ہے۔

سولھواں[16] سوال: نبی اگرچہ ولی سے افضل ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جو معارف ولی جانتا ہے وہ نبی کو بھی معلوم ہوں یا یہ ضروری نہیں؟ اور نیز جو معارف کہ نبی کو حاصل ہوں کیا ان کا مرسل (رسول) کو بھی حاصل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ الخ جواب: کلی فضیلت تو انبیائے کرام علیہم الصلوات

[1] مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

والتسلیمات کو اولیاء اللہ پر ہے اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا لیکن جزئی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے، اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کے لئے خاص ہوں تو وہ کلّی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے (ہیں) جائز بلکہ واقع ہے، جب ولی و نبی میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول کی بہ نسبت مخصوص ہو تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اگرچہ کلّی فضیلت رسول کے لئے ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا قصہ آپ نے خود لکھا ہے۔

سترھواں سوال:۔ حضرت خضر (علیہ السلام) نبی ہیں یا نہیں؟ **جواب:** اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔

اٹھارھواں سوال: انبیاء و رسل کی تعداد کا تعین درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صوفیائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ **جواب:** صوفیائے کرام سے کوئی نقل اس بارے میں نظر سے نہیں گذری لیکن علماء نے انبیائے کرام کی تعداد کے تعین کا انکار کیا ہے کیونکہ دلیل قطعی سے یہ تعین معلوم نہیں ہوا ہے، اگر وارد ہوا ہے تو وہ ظنی دلائل ہیں، پس ہم دلیل کے بغیر تعداد کے تعین کا حکم کریں تو بظاہر غیر نبی کو نبی اور نبی کو غیر نبی بنانے کے مرتکب ہوں گے اور انبیاء علیہم الصلوات والبرکات میں سے رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ مشہور و معروف ہے اور سابقہ اعتراض اس جگہ لازم نہیں آتا کیونکہ رسول انبیاء سے خارج نہیں ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر اس فقیر کو پیدا نہ کرتے تو بہتر ہوتا" یہ عبارت نہیں کہنی چاہئے جو کچھ حق تعالیٰ کرتا ہے بہتر ہے اور جنون جو کہ تکالیف (احکام شرعیہ) کو ساقط کرنے والا ہے کی دعا نہیں کرنی چاہئے اور حق تعالیٰ سے عافیت طلب کرنی چاہئے اور تکالیف (احکام شرعیہ) کے بجالانے کی توفیق طلب کرنی چاہئے۔

مکتوب ۳۷ ۶۹

نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے مباح ہونے کے بارے میں اور ان حدیثوں کے بیان میں جو کہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، تحریر فرمایا۔

سعادت آثار ملا عبد الرزاق نے پوچھا تھا کہ "یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص ایک رات کی خوراک نہ رکھتا ہو اس کو سوال کرنا حلال ہے، آیا یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت اس کے ماسوا ہی یا ایسا نہیں ہے؟" میرے مخدوم! یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت سوال (مانگنے) کے ترک میں ہے، حتی الامکان

سوال کی طرف اقدام نہ کریں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت سوال کرنا مباح (جائز) ہے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے کی طرح کہ اضطرار کی حالت میں مباح ہے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ "البتہ جس سوال کی طرف کوئی شخص مضطر (مجبور) ہوتا ہے تو وہ بھوکے شخص کا اپنی جان پر موت یا مرض لاحق ہونے کے وقت سوال کرنا ہے، برہنہ اور کھلے ہوئے بدن والے کے لئے جبکہ اُس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے وہ بدن کو ڈھانپ سکے، سوال کرنا اس وقت مباح ہے جبکہ باقی شرطیں (بھی) پائی جائیں یعنی مسئول (جس چیز کا سوال کیا جائے) میں اُس کے مباح ہونے کی شرط اور مسئول منہ (جس سے سوال کیا جائے) میں اس کے دل سے راضی ہونے کی شرط اور سائل میں اس کے کسب سے عاجز ہونے کی شرط پائی جائے، پس بیشک کسب پر قدرت رکھنے والا شخص جبکہ کمانے کا اہل ہے تو اُس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں لیکن جبکہ اس کے اوقات علم کی طلب میں مصروف ہوں (تو سوال جائز ہے) اور ہر وہ شخص جو کہ خط لکھتا ہے تو وہ کتابت کے ذریعے کسب پر قادر ہے"۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے "اور البتہ نفلی صدقہ کا سوال کرنا تو جو شخص اپاہج یا کسی اور علت (بیماری وغیرہ) والا ہے اس کو ایک دن کی خوراک کا سوال کرنا جائز ہے، اور وہ ذخیرہ نہ کرے اور اگر وہ (کسب پر) قادر ہے اور اس نے علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کر دیا تو اس کو زکوٰۃ (لینا) یعنی مالِ زکوٰۃ و نفلی صدقہ کا سوال کرنا جائز ہے، اور اگر کسی نے نفلی نماز و نفلی روزہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کیا تو اس کیلئے زکوٰۃ (مانگنا) جائز نہیں ہے اور اس کے لئے نفلی صدقہ (مانگنا) مکروہ ہے، پس ایک شخص یا ایک جماعت کسی مکان (خانقاہ وغیرہ) میں بیٹھ گئی اور عبادت اور نفوس کی ریاضت اور قلوب کے تصفیہ کے ساتھ مشغول ہوئی تو ایک شخص کے لئے مستحب ہے کہ اُن سب کیلئے نفلی صدقہ اور روٹی کے ٹکڑے اور لباس کا سوال کرے"۔

سوال (مانگنا) تین چیزوں کو شامل ہے کہ اُن میں سے ہر ایک چیز بُری ہے:۔ اوّل حق تعالیٰ سے شکایت کا اظہار ہے اور اُس سبحانہٗ سے اُس کی نعمت کی کمی کا بیان کرنا ہے اور یہ حرام ہے سوائے ضرورت کے وقت کے جیسا کہ مردار کا کھانا (ضرورت کے وقت جائز ہے)۔ دوم غیر اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور مومن کو زیب نہیں دیتا کہ اپنے آپ کو اپنے مولا کے سوا کسی اور کے سامنے بلا ضرورت ذلیل کرے۔ سوم جس سے سوال کیا جائے غالب طور پر اس کو ایذا دینا ہے اور بلا ضرورت ایذا دینا حرام ہے اس لئے اہلِ تقویٰ نے سوال کو مطلقاً ترک کیا ہے۔ اور (حضرت) بشر (حافی) قدس سرہٗ سوائے (حضرت) سری (سقطی) قدس سرہٗ کے کسی اور شخص سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے اور انھوں نے کہا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ (سری سقطی قدس سرہٗ) مال کے اپنے ہاتھ سے نکل جانے پر خوش ہوتے ہیں پس

جس چیز کو وہ پسند کرتے ہیں میں اُس پر ان کی مدد کرتا ہوں۔ اور (حضرت) بشر (قدس سرہ) فرماتے تھے فقرا تین قسم کے ہیں: ایک[1] وہ فقیر ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اُس کو دیا جائے تو وہ ہرگز نہیں لیتا پس وہ علیین میں روحانیوں کے ساتھ ہے اور ایک[2] فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اس کو دیا جائے تو لے لیتا ہے پس یہ جنات النعیم میں مقربین کے ساتھ ہے اور ایک[3] وہ فقیر ہے جو ضرورت اور فاقہ کے وقت سوال کرتا ہے پس یہ اصحاب یمین میں سے صادقین کے ساتھ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام و مذموم ہے، ضرورت، حاجت اور فاقہ کے وقت مباح ہے لیکن مرتبہ و درجہ کی کمی کا باعث ہے۔ یہ جو کچھ بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ معاملہ موت تک نہ پہنچا ہو اور جب معاملہ موت تک پہنچ جائے تو اب سوال کرنا حلال بلکہ عزیمت (لازم) بلکہ واجب ہو جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان "من تکفل لی ان لا یسأل الناس شیئا فاتکفل لہ بالجنۃ [جو شخص مجھ سے عہد کرے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں] کے بیان میں شرح مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے "پس ثوبان نے کہا میں (یہ عہد کرتا ہوں) پس ثوبان کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے یعنی اگرچہ وہ اس کے لئے محتاج ہوتے" اور جب اپنی جان پر موت کا خوف ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے پس بیشک ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں بلکہ اگر وہ (ایسی حالت میں) کسی سے سوال نہیں کرے گا یہاں تک کہ (اس کی وجہ سے) مر جائے تو وہ گنہگار ہو کر مرے گا۔

اب چند احادیث سوال (مانگنے) کی مذمت میں تحریر کی جاتی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا تیرا اژدہے کے منہ میں ہاتھ داخل کرنا یہاں تک کہ وہ (اس کے منہ میں) کہنی تک پہنچ جائے پھر وہ (اژدہا) اس کو چبا ڈالے، یہ تیرے سوال کرنے سے بہتر ہے (رواہ فی الحلیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی طرف اپنا کوئی عطیہ بھیجا تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس کو واپس کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا کہ تو نے اسے کیوں واپس کیا، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے بہتر ہے کہ ہم کسی سے کوئی چیز نہ لیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اُن سے فرمایا بیشک یہ حکم تو سوال کرنے کے متعلق ہے لیکن جو چیز سوال کئے بغیر ملے تو بلا شبہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ تجھ کو دیتا ہے پس (حضرت) عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری

۱؎ المشکوٰۃ المصابیح میں دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ روایت ہے۔ مظاہر حق ج ۲ ص ۹۳۔

جان ہے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگونگا اور بغیر مانگے جو چیز بھی میرے پاس آئے گی میں اس کو ضرور لے لونگا، اس کو امام مالکؒ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[۱] کہ جو شخص لوگوں سے ان کے اموال (میں سے اس لئے) مانگے کہ اپنا مال زیادہ کرے تو بلاشبہ وہ آگ کا انگارا مانگتا ہے پس خواہ وہ کم مانگے یا زیادہ مانگے (ہر حال میں اس کے لئے مضر ہے) یعنی وہ مانگنے کا مستحق نہ ہونے کے باوجود مانگے خواہ زبانِ قال سے مانگے یا زبانِ حال سے یعنی اپنی مقدارِ خوراک سے زیادہ مانگے۔ اور نیز حدیث[۲] شریف میں آیا ہے[۳] کہ ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہیں ہوگی، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف[۴] میں آیا ہے کہ سوال کرنا زخم ہے کہ جس کے سبب سے آدمی اپنے چہرہ کو زخمی کرتا ہے (یعنی اپنی آبرو ضائع کرتا ہے) پس جو شخص (اپنی آبرو کو باقی رکھنا) چاہے وہ اس کو اپنے منہ میں باقی رکھے (یعنی سوال ترک کرے) اور جو شخص (اس کو باقی نہ رکھنا) چاہے وہ اس (آبرو) سے دست کش ہو جائے (یعنی سوال کر کے اپنی آبرو ضائع کرے) مگر یہ کہ آدمی حاکم سے سوال کرے یا اس امر میں سوال کرے کہ جس کے لئے سوال کرنا ناگزیر ہو (یعنی اس صورت میں اس کی آبرو ضائع نہیں ہوگی) اس کو ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف[۵] میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ لاحق ہوا (یا کوئی دشوار ضرورت پیش آئی) پھر اس نے اس کو لوگوں پر ظاہر کیا (یعنی شکایت کے طور پر ذکر کیا اور ان سے حاجت روائی چاہی) تو اس کے فاقہ کا سدّباب نہیں کیا جائے گا۔ اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ جلدی موت دیکر یا دیر سے دولتمند بنا کر اس کو مستغنی کر دے گا۔ اس کو ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت[۶] ہے انھوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تم جان لو کہ بیشک طمع فقر ہے اور بلا شبہ (لوگوں سے) ناامید ہونا تونگری و بے نیازی ہے اور تحقیق جب آدمی کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس کو رزین نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت[۷] ہے انھوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے بلایا اور آپ نے مجھ پر یہ شرط عائد کی کہ تو لوگوں سے کبھی کچھ نہ مانگے۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا کوڑا (بھی) تیرے (ہاتھ) سے گر پڑے تو وہ بھی کسی سے نہ مانگ حتیٰ کہ تو اس کی طرف اتر اور خود اس کو اٹھا، اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف[۸] میں آیا ہے کہ

۱؎ المشکوٰۃ کتاب زکوٰۃ (مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۱ ۲؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۱ ۳؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۳ ۴؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۵
۵؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۶ ۶؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۷ ۸؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۹۔

فراسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا میں (لوگوں سے) سوال کر سکتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوال مت کر اور اگر تجھ کو اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر، اس کو ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھوکا ہو یا اُس کو کوئی ضرورت لاحق ہوئی پھر اس نے اس کو لوگوں سے چھپایا اور اس حاجت کو اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے لئے ایک سال کی خوراک حلال ذریعے سے کھول دے، اس کو طبرانی نے اوسط و صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف[لے] میں آیا ہے کہ جس شخص نے کسی چیز کا سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر ہے جو اس کو غنی کر دے تو بلاشبہ وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کس قدر چیز سے غنی ہو جاتا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اس قدر ہو جو اس کے لئے صبح یا شام کی خوراک ہو سکے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[تے] کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا وہ ملعون ہے اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا گیا تو اس نے اس سائل کو جبکہ وہ بدکلامی کے ساتھ نہ مانگے منع کیا (یعنی جھڑکا) تو وہ (بھی) ملعون ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک قیامت کے روز ایک قوم آئیگی جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا انھوں نے دنیا میں مانگنے کے باعث اس (گوشت) کو ختم کر دیا ہوگا پس جس نے اپنی ذات پر سوال کا دروازہ کھولا حالانکہ وہ اس سے مستغنی تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا، یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں[سے] آیا ہے کہ اے لوگو! تمہارے لئے ضروری ہے کہ سوال کرنے سے بچو، بیشک جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو (ممنوع چیزوں سے) بچاتا ہے (اور محتاج نہیں کرتا) اور جو شخص بے نیازی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس (کے دل) کو بے نیاز کر دیتا ہے، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے بندوں کو صبر سے زیادہ وسیع کوئی رزق نہیں دیا گیا، اگر تم اس طرح سے آتے کہ مجھ سے سوال نہ کرتے تو جو کچھ میں پاتا تم کو دیتا (حل عن ابی سعید) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: "بیشک (بعض دفعہ) کوئی شخص میرے پاس آتا ہے اور (مستحق نہ ہونے کے باوجود) البتہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُس کو (سائل کو رد نہ کرنے کی عادتِ شریفہ کے باعث) دیدیتا ہوں سو وہ اپنے کپڑے میں آگ رکھ لیتا ہے اور اپنے اہل کی طرف دوزخ کی آگ کے ساتھ لوٹتا ہے۔" عن ابی سعید۔

لے یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں لفظوں کی کمی بیشی کے ساتھ آئی ہے مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۳ ستے جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۰۳
سے اس حدیث کا کچھ حصہ مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۲

مکتوب ۳۸

ملا ابوالفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ فیوض و برکات کے دروازے کھلے رکھے، طالب و مطلوب کے درمیان سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے، دع نفسك وتعال انت الغمامة على شمسك فاعرف حقيقتك [تو اپنے نفس چھوڑ دے اور آجا تو اپنے سورج پر (خودی) ابر ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] سالک کے نفس کا درمیان سے دور ہو جانا ایک ذوقی و وجدانی امر ہے جو تقریر و تحریر میں نہیں آسکتا اور پڑھنے اور مطالعۂ کتب سے حاصل نہیں ہوتا اور اللہ جل شانہٗ کی عنایت و جذب کی سبقت اور عالم اسباب میں کسی شیخ کامل مکمل کی صحبت اُس (شیخ) میں فنا ہونے کی شرط کے ساتھ ہونی چاہئے، آپ کو صحبت کم ملی ہے اسقدر موقع نہیں ملا کہ بعض ضروری امور بیان کئے جاتے اور اگر باطنی رابطہ قوی اور محبت درست ہے تو امید ہے کہ اس کے مطابق فیض دینے والے (شیخ) کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنا حاصل ہو جائے اور جن کمالات کی امید کی گئی ہے عکس انداز ہوں "المرء مع من احب" [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے ؎

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[وہ (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائیگا] والسلام

مکتوب ۳۹

شیخ ابوالمظفر محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ برادرانِ طریقت کو اس ہولناک واقعہ سے صبرِ جمیل و اجرِ عظیم عطا فرمائے، اہل اللہ کا وجود زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی رحمت ہے، جن فیوض و برکات کا اُن کی زندگی میں افادہ و استفادہ کیا جاتا ہے اُن کی وفات کے بعد بھی اُن کا امیدوار رہنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ یہ فیوض و برکات اس وقت تک جاری رہتے ہیں جبتک کہ شیخ کے طریقہ میں کوئی نئی بات واقع نہ ہوتی ہو اور جب طریقے میں نئے امور پیدا ہو جائیں جو کہ شیخ کی زندگی میں نہیں تھے تو فیض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اُس بدعت کی طرح

جو دین میں پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے سنّت کے انوار میں کمی واقع ہو جائے پس اُس جگہ کے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کی حفاظت کریں اور اس میں کوئی نئی بات پیدا نہ کریں اور اس طرح پر زندگی گذاریں کہ ایک دوسرے میں فانی ہوں اور ذکر کے حلقہ کو سابقہ طریقوں پر (اچھی طرح) قائم رکھیں اور اوقات کو (اوراد و وظائف سے) آباد رکھیں اور نیکیوں کے حصول میں جلدی کریں اور طاعات کے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں، سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ الآیۃ [تم اپنے رب سے مغفرت اور جنت طلب کرنے کی طرف سبقت کرو] اور ان کے صاحبزادوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور مشروع طریقہ پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کو بہت بڑا امر جانیں اور اس فقیر کو ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ ذی الحجہ (۱۰۶۸ھ) میں اس جگہ سے حجاز (مقدس) کے سفر پر روانگی واقع ہوگی والباقی عند التلاقی انشاء اللہ الباقی، والسلام اوّلاً و آخراً

مکتوب ۴۰

شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد، آپ کا گرامی نامہ اس مسکین کی طرف پہنچا، آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس تعالیٰ شانہٗ کی جانب دائمی توجہ و تضرع اور ماسوی اللہ سے (دائمی) انقطاع میں رہیں۔ عارفین کے قلوب اُس کی محبت کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور محبین کے جگر اُس کی تمنا میں پیاسے رہتے ہیں، پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے ماسوا اور کوئی غم و فکر نہ ہو اور اس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے علاوہ کسی اور کا شعور نہ ہو، پس اُس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اُس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا۔ تُو اس کی طلب میں وحدانی (یگانہ) اور اُس کی طاعت میں اور اس کی خوشنودی طلب کرنے میں اوحدی (منفرد) ہو جا اور مجلسوں اور خلوتوں میں اُس کے ذکر پر مداومت کر تاکہ تُو انتہائی مقاصد حاصل کرلے اور افضلِ موجودات پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب ۲۱

استنادُ العلماء المحدثین سیدزین العابدین مکی کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم، جناب عالی ستارۂ نورانی روز وشب کی شادمانی، سید وفاضل، کامل ومحدث وعالم وعامل حج نہایت عزت واحترام کے ساتھ کامل ومکمل سلام وکثیر تسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں اُن کی ہدایت کے آفتاب ہمیشہ طلوع ہوتے رہیں اور ان کے فیض رسانی کے انوار ہمیشہ چمکتے رہیں۔ اما بعد پس جبکہ آپ نے ازراہِ مہربانی ہمارا احوال دریافت کیا ہے اور ہماری آرزوؤں کی جستجو کے ساتھ نوازش فرمائی ہے تو (جواباً عرض ہے کہ) ہم خیر وعافیت سے ہیں اور دوستوں کی ملاقات کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو محبت کی آگ میں غوطہ زن ہیں اور اللہ کریم سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کی درازیٔ عمر (کی برکات) سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے اور ہمیں دوبارہ آپ کی ملاقات کے شرف سے مشرف فرمائے، آپ کے فضلِ عمیم سے امید کی جاتی ہے کہ ہمیں اپنے دل سے خارج اور اپنی دعاؤں سے فراموش نہیں فرمائیں گے، ہم محتاج فقرا ہیں اور (محتاج وفقیر) کیوں نہ ہوں جبکہ (عالمِ) امکان سب کا سب فقر وحاجت ہے، ممکن کا فقر ذاتی ہے اور اس کا فاقہ دائمی ہے مطلوبِ حقیقی سے اس کا نصیب استہلاک (فنا) ہے اور اس بلند بارگاہ سے اُس کا حصہ فنا واضمحلال ہے پس وہ اس کے کمال کو کیسے پاسکتا ہے اور اس (بارگاہِ مقدس) کے جلال (بزرگی) کی حقیقت کی طرف اس کے لئے کہاں راستہ ہے اور بلاشبہ یہ عدم ہے اور اس کی حقیقت خیر (بھلائی) کی نفی کرتا ہے اور کمال اس کے حق میں عارتی ہے اور حسن وجمال اس کے اندر ظلی وانعکاسی ہے اور وہ اس مستعار (عارتی) کمال اور مستفاد (انعکاسی) جمال کی وجہ سے خیالِ فاسد کے ساتھ اپنے آپ کو کامل خیال کرتا ہے اور دعوئ باطل کے ساتھ اپنے لئے خیر وجمال کا دعوی کرتا ہے اور اس نے اس فاسد بنیاد پر بلند عمارت بنا کی ہے اور درخت پھل کی خبر دیتا ہے پس اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت اس کا تدارک نہ کرے اور (اللہ تعالیٰ کے) کرم ولطف کی سبقت اس کے شاملِ حال نہ ہو تو اس کے لئے نہایت افسوس ہے پس کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرتا ہے اور خیریت (بھلائی) خیریت کے سلب (نفی) میں ہے، اگر وہ خیر وکمال کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرے تو خائن ہوگا اور اپنی اصل کے ساتھ شرکت کا مدعی ہوگا لیکن اگر اس کو عدم (فنائیت) کے بعد وجودِ موہوب کے ساتھ

موجود کیا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اُس وقت (یہ نسبت و دعویٰ درست ہے) لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ (بادشاہوں کے عطیات اُنہی کی سواریاں اُٹھاتی ہیں) اللہ سبحانہٗ اپنے نبی اُمّی اور اُن کی آلِ کرام علیہ و علیہم الصلوات والتحیات والبرکات کے طفیل آپ کی دعائے خیر سے ہمیں ان معانی کے ساتھ ایمان اور اس مشرب سے کچھ شربت عطا فرمائے۔

مکتوب ۴۲

شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایذائے خلق پر صبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض رساں ہے کہ آپ کے مکتوباتِ گرامی موصول ہوئے چونکہ پسندیدہ احوال پر مشتمل اور جمعیتِ باطن کی خبر دینے والے تھے (اس لئے) مسرت و شادمانی کا باعث ہوئے، وہ حالت جو آپ کی نماز میں میسر ہوتی ہے اور اس کا حضور و لذّت نسبت کے اصلی ہونے کی خبر دیتا ہے اور کام کے انجام کا پتہ دینے والا ہے، اس نعمت کا شکر بجا لائیں اور اس کی کیفیت و کمیت (مقدار) کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں اور نماز کو طولِ قیام اور اس کے آداب و شرائط کے ساتھ بجا لائیں اور اس نعمتِ عظمیٰ کے حاصل ہونے پر شکر گذار رہیں اور تمام مافات (فوت شدہ امور) کا عوض اس کو جانیں اور زمانہ کی تلخیوں (تکلیفوں اور سختیوں) کا علاج اس شیرینی کے ساتھ کریں ؎

برشکر غلطید اے صفراییاں   از برائے کوری سوداییاں

(اے صفراوی مزاج والو تم سوداوی مزاج والوں کے اندھے پن کیلئے یعنی ان کی طبیعت کے برخلاف شکر پر لوٹنی خوب استعمال کرو)

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

(اپنے اہل و عیال کو (بھی) نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں اور عاقبت (اچھا انجام) پرہیزگاروں کے لئے ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز کے باہر اُس خوبی کے ساتھ نسبت ظاہر نہیں ہوتی اس کا کیا سبب ہے؟" میرے مخدوم! جس مکتوب میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے تحریر فرمایا ہے کہ "نماز کے باہر گویا معطل و بیکار ہے"۔ اگر آپ اس کا مطالعہ کریں تو بظاہر کامل تشفی ہو جائے گی اور حلقۂ ذکر میں کبھی دوستوں کی طرف متوجہ ہوں اور کبھی اپنے احوال کے ساتھ مشغول ہوں تاکہ خودی (انانیت) سے

پوری طرح نکل جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ مقتضائے وقت کے مطابق عمل کریں۔ آپ نے قرابت داروں کی ایذا اور اہلِ شہر کی جفا کے متعلق لکھا تھا، املاک (جائیدادوں) کے تبدیل ہو جانے اور رزقوں (آمدنیوں) کے کم ہو جانے کے بارے میں (بھی) لکھا ہے (یہ امر) دوستوں کی تکلیف کا باعث ہوا، حق سبحانہٗ ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے پاس سے فراخی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ
وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ [تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے (پ۴ ع۱۳ / ۱۸۶)
جاؤ گے اور ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور اُن لوگوں سے جو کہ مشرک ہیں بہت سی دل آزاری کی باتیں ضرور سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے]
مصیبت اسی کی طرف سے آئی ہے اور مصیبت کا دور ہونا بھی اُسی سے ہے، ہر چیز کا وقت معین ہے کہ (اس سے)
تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر زمانہ کے لئے مخصوص احکام ہیں] بے چینی (پ۱۳ ع۱۴ / ۳۸)
کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ
فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ [اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لاحق کرے تو (پ۱۱ ع۱۳ / ۱۰۷)
اُس کے سوا اور کوئی اُس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنا فضل نصیب کر دیتا ہے۔] اگر غمگسار وہ ہے تو تمام غم ہیچ ہیں اور اگر نہیں ہے تو اس غم کی فکر کرنی چاہیے جو کہ تمام غموں سے بڑھ کر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ہزار غم است از جہانیاں بر دل ‌‌‌‌‌‌ ہمیں بس است کہ او غمگسارِ ما باشد

[اگر دنیا والوں (کی طرف) سے دل پر ہزار غم ہیں تو یہی کافی ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارا غمگسار ہے]

کاش وہ شیریں راضی ہو جائے اگرچہ دنیا تمام تلخ (ناراض) ہو، وہ مراد (مطلوب) بن جائے اور تمام دنیا نامراد (غیر مطلوب) ہو جائے۔ ؎

فليتك تحلو والحياة مريرة ‌‌‌‌‌‌ وليتك ترضى والانام غضاب
وليت الذي بيني وبينك عامر ‌‌‌‌‌‌ وبيني وبين العالمين خراب (ص ۲۶)
اذا صح الود منك يا غاية المنى ‌‌‌‌‌‌ فكل الذي فوق التراب تراب

[کاش تو شیریں ہو جائے اگرچہ زندگی تلخ ہو اور کاش تو راضی ہو جائے اگرچہ مخلوق ناراض ہو اور کاش جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ آباد ہو اور جو میرے اور جہانوں کے درمیان ہے وہ برباد ہو، اے آرزوؤں کی انتہا (محبوب)! جب تجھ سے محبت درست ہو گئی تو پھر جو کچھ مٹی کے اوپر ہے وہ مٹی ہے]۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ پریشانی کے ان تمام اسباب کے باوجود باطنی جمعیت میں کوئی خلل نہیں ہے بلکہ جب (ان) سب کو خدائے تعالیٰ (کی طرف) سے دیکھتا ہے اور اس کے فعل کو ان کے درمیان میں جلوہ گر پاتا ہے تو شوق اور زیادہ ہو جاتا ہے اور دل جمعی میں ترقی رونما ہو جاتی ہے اور اس شوق و جمعیت کو بھی اسی سے جانتا ہے اور اپنے آپ کو خالی محض دیکھتا ہے۔" اس کے مطالعہ نے بہت مسرور کیا اور تمام تکلیفوں کو زائل کرنے والا ہو گیا، حق سبحانہٗ اس دید کے کمال تک پہنچائے اور نیستی (فنائیت) کی حقیقت تک متحقق کرے۔ اور آپ نے شاہجہاں آباد کے سفر کے بارے میں لکھا تھا اس بارے میں چند بار استخارہ کریں اور التجا و تضرع بجا لائیں شرح صدر حاصل ہونے کے بعد اگر متوجہ ہوں تو گنجائش ہے۔

مکتوب ۴۳

میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، اور اپنی بارگاہِ مقدس کی طرف راستہ کھول دے جو گرامی نامہ آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا اس کے صادر ہونے سے مسرور ہوا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "میں ایک روز اس بات کی فکر میں تھا کہ روح کس طرح کی ہوگی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بندہ کے نزدیک بیٹھا ہے اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے جو بعینہٖ لعلِ بدخشاں ہے کہ جس کو بادشاہ اپنے سر پر رکھتے ہیں، وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ روح یہ ہے، فقیر کے منہ کے قریب لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ابر کی طرح پھیل کر وجود کے اندر آجاتی ہے اور کھینچ جاتے وقت پھر اسی طرح سمٹ جاتی ہے" میرے مخدوم! آپ کا یہ خواب درست ہے بزرگوں نے روح کے نور کو سرخ قرار دیا ہے اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے، روح بے چونی (بے کیفی) سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تمثل کی رو سے ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ روح نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ متصل ہے نہ منفصل، اس کو بدن کے ساتھ تدبیر و تصرف کا تعلق ہے، روح کی حقیقت کو جاننے والا علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہے، وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [اور تم کو اس کا محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے]۔ پ۱۵ ۸۵

اور ذکرِ نفی اثبات کی تعداد و وقت معین نہیں ہے جس وقت چاہے کرے اور جب تک سانس (روکنا) ساتھ دے کہتا رہے خواہ کسی عدد تک پہنچے لیکن طاق کہے جفت نہ کہے اور اسی وجہ سے

اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور اگر کسی وقت حبسِ دم (سانس روکنا) نہ کر سکے تو حبسِ دم کے بغیر کرے کیونکہ حبس دم لازمی شرط نہیں ہے اس ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ سینہ کی وسعت میں حق سبحانہٗ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے مقصود ہونے کے سوا کوئی اور مراد نہ ہو تاکہ بندگی کی حقیقت ظاہر ہو جائے، وبں ونہ خرط القتاد [اور اس کے علاوہ بیفائدہ کوشش کرنا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۲

میر باقی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقہ کے بیان میں اور ان اکابر قدس اسرارہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ عافیت و جمعیت کے ساتھ رکھے اور شرعِ محمدی و سنتِ احمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر استقامت و دوام عطا فرمائے اور دنیا کے تعلقات اور ماسوٰی کی گرفتاری سے آزاد کر کے اپنی معرفت کے شامیانوں اور قُرب کے سراپردوں میں اُنس و الفت نصیب فرمائے اور یہ حقیقت عالَم اسباب میں صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے، یہ اکابر حق جل و علا کی محبت میں اپنے آپ سے (بھی) اور اپنے علاوہ دوسروں سے (بھی) قطعِ تعلق کر چکے ہیں اور اس کے عشق (کی وجہ) سے آفاق و انفس سے گذر کر (اور) ماسوی اللہ کو اس کی راہ میں قربان کر کے اس کے ساتھ موافقت کر لی ہے اگر حاصل رکھتے ہیں تو اسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی کے ساتھ واصل ہیں، اُن کے باطن کو ماسوٰی اللہ تعالیٰ سے اس حد تک انقطاع حاصل ہو گیا ہے کہ (اگر) وہ سالہا سال (بھی) ماسوا کو یاد کریں تو وہ ان کو یاد نہ آئے اور وہ نفس کی انانیت (مَیں مَیں) سے اس قدر آزاد ہو چکے ہیں کہ اپنے اوپر کلمۂ اَنَا (میں)
پ۲۱ ۳۳/۲۳ کے اطلاق کو شرک جانتے ہیں، رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ [یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ
پ۱۸ ۲۴/۳۷ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کر دیا] اور رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت و خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی] اے اللہ! مجھے اس قوم میں سے کر دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے کر دے کہ میں دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو شخص بھی اس راستہ کی خواہش رکھتا اور اس فکر کا بیج (اپنے) دل میں بوتا ہے اُس کو چاہیے کہ ہر چیز کو چھوڑ کر ان اکابر کی صحبت اختیار کرے اور جان کو طلبگاری کے لوازم (شرائط) پر نثار کرے اور جس جگہ سے اس نعمت کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے لئے کوشش کرے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بعد ازیں مصلحتِ کار دراں می بینم　　کہ روم بر درِ میخانہ وخوش بنشینم

(اس کے بعد کام کی مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ میں میخانہ کے دروازے پر جاؤں اور (وہاں) خوش وخرم بیٹھ جاؤں)

دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کے لئے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیک وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات العلیٰ۔

مکتوب ۴۵

میرزا محمد شاہ کے نام کمینی دنیا کی مذمت میں اور معرفتِ الٰہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی، آپ کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، میرے مخدوم! دنیا بظاہر شیریں ہے، ظاہر کے اعتبار سے تروتازگی رکھتی ہے حقیقت میں ایک زہرِ قاتل اور ایک متاعِ باطل اور ایک بے فائدہ تعلق ہے، اس کا قتل کیا ہوا ذلیل اور اس پر فریفتہ دیوانہ ہے، یہ ایک سونے میں لپٹی ہوئی نجاست اور ایک شکر آلود زہر ہے، عقلمند وہ ہے جو اس قسم کی کھوٹی پونجی پر فریفتہ نہ ہو اور اس قسم کے بیکار ساز وسامان کے ساتھ گرفتار نہ ہو اور اس قلیل فرصت میں مولائے حقیقی جلّ شانہٗ کی رضامندی حاصل کرے اور آخرت کا زادِ راہ تیار کرے، اس عالمِ فانی میں مقصود بندگی کے وظائف (اعمال) کا بجالانا اور معرفتِ الٰہی کا حاصل کرنا ہے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں اس شخص سے طلب کیا گیا ہے بجانہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند　　تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

(ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے ناآشنا (ہی) رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے)
والسلام

مکتوب ۴۶

محمد مبین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بے قرار رہنا چاہئے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ نے جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، ذکرِ قلبی میں بکثرت مشغول ہونا

بہت ہی بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجا لائیں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دوں گا] امید ہے کہ یہ ذکرِ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے) کے لئے وسیلہ بن جائے اور معرفت کی کوئی کھڑکی کھول دے اور ذکر و ذاکر کو درمیان سے ہٹا دے اور حضور خود بخود ظاہر ہو جائے ولا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے] پردہ کھول دے۔ طالب کو چاہئے کہ طلب میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور ہمیشہ بے چین اور بیقرار رہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کا ہونا چاہئے جو کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے، حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ [یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے اسی (کی طرف رجوع کرنے) کے سوا کہیں پناہ نہیں ہے] جب محبِ صادق اس صفت کا ہو جائے تو امید ہے کہ دریائے رحمت جوش میں آجائے اور ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا [پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر خاص توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رکھیں] کی خوشخبری کے ساتھ نوازے اور کام انجام کو پہنچ جائے۔
والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۴۷

محمد باقر لاہوری کے نام ان کے ان واقعات کی تعبیر میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد المجتبیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ، ـــــ

هرچه جز عشقِ خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جان کندن است

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (یعنی زہرِ قاتل) ہے]

میرے مخدوم! حق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری (محبت و تعلق) دل کے شدید ترین امراض میں سے ہے اس کے زائل کرنے کی فکر اہم کاموں میں سے ہے۔ ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است
[اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

دو واقعے جو آپ نے دیکھے تھے اور ان کی تعبیر دریافت کی تھی، اول یہ کہ "گویا ایک بچہ ہے جو اوندھے منھ ایک چوپایہ پر پڑا ہے کہ جس کے ابھی تک دانت بھی نہیں نکلے ہیں، سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل البرکات اس کے سرہانے کھڑے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ بچہ دوزخی ہے، ایک لمحہ نہیں گذرا تھا

کہ وہ بچہ حرکت میں آیا اور اس کے دونوں پہلو جنبش میں آئے، اُس نے اپنا رُخ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب کیا اور (آپ کے) روئے مبارک پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ اُس سے ایک تبسم ظاہر ہوا اور ہنسی تک نوبت آگئی شاید کہ جمال و کمال کے شہود سے لذت اندوز ہوا۔ ایک لمحہ بعد آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا کہ یہ بہشتی ہے، تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے الخ۔" آپ جانتے ہیں کہ ہوسکتا ہے بچہ نفسِ انسانی سے عبارت ہو، النفس کالطفل [نفس بچہ کی مانند ہے] آپ نے سنا ہوگا اور چونکہ نفس فی نفسہٖ آسمانی (خداوندی) احکام کا منکر ہے اور حق جل شانہٗ کی دشمنی پر قائم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے عاد نفسک فانھا انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس کو دشمن سمجھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کمربستہ ہے] اور وہ اس اعتبار سے دوزخ کا مستحق ہے (اس لئے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو دوزخی فرمایا، جب اُس بچہ نے آنکھ کھولی اور غفلت و گمراہی کے پردے سے نکل گیا اور جمال و کمالِ سروری پر نظر ڈالی اور اس مشاہدہ سے لذت اندوز ہو کر ہنسا اور کھلا یعنی رضامند ہوا اور ظاہر و باطن کی فرمانبرداری کے ساتھ پیش آیا تو اس کو بہشت کی بشارت دی گئی بیشک نفس جب تک امارہ ہے خائب و خاسر ہے، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا [یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے اس نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ہوا جس نے اس نفس کو (گناہوں میں) دبا دیا] اور جب (نفس) مطمئنہ ہوگیا اور راضی و مرضی (پسندیدہ) بن گیا تو اس کو جنت و قرب و وصال کی بشارت دی گئی، يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ [اے نفسِ مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف اس حالت میں جا کہ تو اُس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا] شاید کہ یہ بچہ جو کہ نفس کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے آپ کا لطیفہ ہو اور آپ کے (نفسِ) امارہ نے اطمینان کی خوشخبری پائی ہو اور بُعد (دوری) کی دوزخ سے وصال کی جنت کے ساتھ بشارت دیا گیا ہو۔ لیکن جاننا چاہئے کہ خواب استعداد (قابلیت) کی خبر اور قوت کی بشارت دینے والا ہے جو کہ فعل کے قریب ہے، سخت محنت کرنی چاہئے تاکہ اس کی استعداد ظاہر ہو جائے اور قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش میں آجائے ؎

می تواند کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول　　آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

[جس (اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی شرفِ قبولیت بخش سکتا ہے]

اور دوسرے واقعہ کی تعبیر جو کہ اُس (خط) میں لکھا ہوا ہے (یعنی یہ کہ) "فقیر آپ سے کہتا ہے کہ اے فلاں شخص! ہمارا دل و جان تیری طرف متوجہ ہے" ظاہر ہے کہ دونوں کے مابین مناسبتِ کاملہ کی خبر دینے والا ہے حق سبحانہٗ اس کے آثار کو ظہور میں لائے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]۔

ف ۸۰

الشمس ۹ و ۱۰

الفجر ۲۷ تا ۳۰

مکتوب ۴۸

مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقامِ جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین وحق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بحمد اللہ علی نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علی افضل رسلہ وانبیائہ وعلی آلہ وصحبہ وسائر اولیائہ

آپ کے مکتوبِ گرامی نے وصول ہو کر خوش وقت ولطف اندوز کیا، وجود کی نفی اور عدمیتِ ذاتیہ کے وجدان کی بابت لکھا ہوا تھا نیک ومبارک ہے، حق تعالیٰ اس دید کو اور زیادہ فرمائے اور اس سے (وجود کے) عین واثر کو دور کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے احوال لکھنا وجود کا اثبات بخشتا ہے" اور یہ بھی لکھا تھا کہ "اپنے آپ کچھ نہیں پاتا دوست کا نشان کس طرح پائے، اگر ہے تو اپنے آپ کو ہستیِ حق کا نشان پاتا ہے اور اگر نہیں ہے اور عدمِ محض اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے صورت پذیر ہے تو کیا پائے، وہ پاک ذات اور میں مخلوق میں اپنے کاروبار سے حیران ہوں، میں کسی چیز کو سمجھنا چاہتا ہوں (لیکن) جو کچھ میں سمجھتا ہوں حق تعالیٰ اس سے پاک اور ماوراء ہے پس میں ہیچ کیا کروں" میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب درست وسنجیدہ ہے، سالک ہستیِ حق کے ظہور وغلبہ کے وقت اپنی ہستیِ موہوم کو لاشئ وناچیز پاتا ہے۔ جس بیچارہ نے اپنے آپ کو گم (فنا) کر دیا ہے اپنی ہستی سے خبر نہیں رکھتا، وہ ہستیِ مطلق سے کیا خبر رکھے گا　ص ۸۱
اور اس کے جمال وکمال سے کیا حصہ حاصل کرے گا، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی اس کے لئے بھلائی کی نفی میں ہے، اُس بارگاہِ عالی سے اُس کا نصیب استہلاک وبے نصیبی ہے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است　　استہلاکے کہ از تصور پاک است

[حضرتِ ذات سے (صرف) استہلاک نصیب (ہوتا) ہے، استہلاک (بھی) وہ جو کہ تصور سے پاک ہے]

بیچارہ سالک اس وقت میں کیا کرے اور مطلوب کا علم کہاں سے لائے کہ علم عین کے منافی ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ کمال مقامِ جمع کے مناسب ہے اور جب عارف اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور فرق بعد الجمع (کے مقام) تک پہنچتا ہے اور بقا وشعور کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اُس وقت علم وعین دونوں جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے منافی نہیں ہوتا اس وقت باقی کے علم کے ساتھ پائیگانہ کہ فانی کے علم کے ساتھ، من قتلہ فانا دیتہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو میں (خود) اس کا خون بہا ہوتا ہوں] ؎

گر بر سرِ کوئے عشقِ من کشتہ شوی   شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچے میں قتل ہو جائے تو شکرانہ ادا کر کیونکہ تیرا خونبہا میں ہوں]

عینِ فنا میں باقی اور عینِ بقا میں فانی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حق الیقین کس کو کہتے ہیں اور عین الیقین کیا ہے اور میں بندہ کون ہوں اور کیا ہوں"۔ میرے مخدوم! آپ عدم ہیں اور بندہ ہیں کہ اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے پرتو کی وجہ سے تمام عدمات سے جدا ہو گئے ہیں اور عدمِ مطلق سے ممتاز ہو کر وجود نما ہو گئے ہیں اور جب ہستیٔ مطلق اس وجود نما عدم پر غلبہ پالیتی ہے اور یہ موہوم ہستی اس کے پرتو میں پوشیدہ و ناچیز ہو جاتی ہے اور اُس کے شہود و تجلی میں مدہوش و حیرت زدہ ہو جاتی ہے، نہ اپنا علم رہتا ہے اور نہ مطلوب کا علم رہتا ہے تو (یہ) عین الیقین اور کفرِ طریقت ہوتا ہے ؎

حُسنِ تو چناں ساخت مرا زیر و زبر   کز خال و خط و زلفِ توام نیست خبر

[تیرے حُسن نے مجھ کو ایسا تہ و بالا کر دیا کہ مجھ کو تیرے خال و خط اور زلف کی (بھی) خبر نہیں ہے]

اسلام کی خوبی اور کفر کی بُرائی اسوقت میں پوشیدہ ہو جاتی ہے اس مقام میں کسی سالک نے کہا ہے ؎

بکفر و باسلام یکساں نگر   کہ ہر یک زدیوانِ او دفتریست

[تو کفر و اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ (دونوں میں سے) ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر (باب) ہے]

اس مقام سے جب ترقی واقع ہوتی ہے اور جس چیز میں کہ وہ گم ہوا تھا اس کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے اخلاق و اوصاف کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے تو حق الیقین پیدا ہوتا ہے، اسوقت اسلام کا حُسن جلوہ گر ہو جاتا ہے اور اسلامِ حقیقی تک جو کہ زوال اور کفر کی بُرائی سے محفوظ ہے پہنچ جاتا ہے اور حیرت و مدہوشی سے نکل آتا ہے اور علم عود کر آتا ہے اور عین کا حجاب نہیں رہتا جیسا کہ گذرا، اس وقت میں اُس کو اُس کے ساتھ پائے گا نہ کہ اپنے ساتھ اور اپنے علم کے ساتھ جو کہ فانی ہو گیا ہے۔

آپ جان لیں کہ عین الیقین وحق الیقین قوم (صوفیہ) کے نزدیک شہودِ انفسی میں داخل ہیں کیونکہ یافت ۸۲
(پایا) ان کے نزدیک انفس تک محدود ہے اپنے باہر شہود نہیں ہے اور شہودِ آفاقی معتبر نہیں ہے اور ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ کے نزدیک شہودِ انفسی شہودِ آفاقی کی طرح احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ حق سبحانہٗ جس طرح کہ آفاق سے ماوراء ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماوراء ہے، اس جل و علا کو آفاق و انفس کے ماوراء ڈھونڈنا چاہیئے پس جو کچھ کہ عین الیقین وحق الیقین میں سالک کو مشہود ہوتا ہے وہ ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس نہیں ہے، وہ تعالیٰ شانہٗ اس آئینے سے پاک اور اس شہود سے منزہ و بلند ہے۔ ع

درکدام آئینہ درآید او [وہ کونسے آئینہ میں سماتا ہے]

بلکہ یہ شہود اُس عزیز پاشاہ کے وجود پر دلالت کرنے والی آیات (نشانیوں) میں سے ہے اور آیات کا شہود (مشاہدہ ہونا) علم الیقین میں داخل ہے کہ (یہ) اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے پس جو کچھ قوم کے نزدیک عین الیقین وحق الیقین ہے وہ حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے نزدیک علم الیقین کی قسم میں داخل ہے اور عین الیقین وحق الیقین اس کے ماوراء ہے، جبتک آفاق وانفس کی قید سے کلی طور پر آزاد نہ ہو جائے اور شہود سے غیب میں نہ آجائے (اسوقت تک) اس کمال کا جمال پرتو نہیں ڈالتا اور مشکل ہے کہ وہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کرے، عین الیقین وحق الیقین کے بارے میں کیا لکھے اور کون سمجھے گا، يَضِيقُ صَدْرِي وَلَا ع ۲۶ / ۱۳
يَنْطَلِقُ لِسَانِي [میرا سینہ تنگ ہوا جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] - ع -

سخن از لبِ تو گفتم بلبم سخن گرہ شد [میں نے تیرے ہونٹ کی بابت بات کی تو بات میرے ہونٹ پر گرہ بن گئی]

یہ نسبتِ عالیہ چونکہ نہایت نادر ہونے کی وجہ سے عنقائے نادر کا حکم رکھتی ہے، آج حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار فائض الانوار سے افاضہ واستفاضہ کی جاتی ہے اور اس بقعہ مبارک کے زائرین کہ جن کی بصیرت کی آنکھ اس بارگاہِ عالی کی خاک پاک کے ساتھ سرمہ آلود ہے اس قسم کے معانی اُن پر ظاہر و نمایاں ہیں اور وہ ان اسرار کے انوار سے مستفیض ومنور ہیں رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ع ۶۶ / ۸
إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرمادے اور ہمیں بخشدے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]

مکتوب ۴۹

سیادت پناہ حاجی حرمین شریفین میر غضنفر کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الشان عظیم البرھان والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المبعوث الی الانس والجان وعلیٰ آلہ وصحبہ ذوی الاکرام والاحسان [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو بڑی شان اور عظیم برہان والا ہے اور صلوٰۃ وسلام اس کے رسولؐ پر ہو جو کہ انسانوں اور جنوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر بھی ہو جو بزرگی اور نیکی والے ہیں]۔ آپ کے مکتوب گرامی نے مسرور وخوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ سعادتِ عظمیٰ کو پہنچے اور عمر کا فریضہ (حج) اور عمرۂ واجب ادا کیا اور متبرک مقامات اور مزارِ مقدس سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس مقام کے انوار و برکات سے بہرہ ور ہو گئے پھر عافیت سے جماعت کے ساتھ واپس آگئے اور بدایت (ابتداء) ص ۹۳

کی طرف جو کہ نہایت کی خبر دینے والی ہے رجوع واقع ہوا، آپ جلدی تشریف لائیں کہ مشتاقین زیر بار انتظار ہیں اور کعبہ مقصود کے زائرین کی برکات کے امیدوار ہیں۔ ع

نشانِ آشنا داری بیا نزدیک من بنشیں [تو دوست کی نشانی رکھتا ہے آجا اور میرے نزدیک بیٹھ جا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵

محمد عارف لاہوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام وآلہ الکرام وصحبہ العظام

(آپ کے) مکتوب شریف نے جو کہ ملاقات کے شوق کی خبر دینے والا اور غمہائے جدائی کا پتہ دینے والا تھا بجگر خوش وقت و لطف اندوز کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے، آپ نے اپنے پسندیدہ احوال میں سے جو یہ لکھا تھا کہ اپنے آپ کو ذات و صفات و افعال سے اس حد تک خالی پاتا ہے کہ اس مقام میں انا کا اطلاق مفقود ہے اور آپ نے علمِ حضوری کے جو کہ نفسِ حاضر سے عبارت ہے زائل ہونے کا بھی اظہار کیا تھا اس کے مطالعہ نے مسرور و لطف اندوز کیا اور نیز شہودِ معیت و احاطہ ذاتی اور اس کا آیاتِ متشابہات کی مانند پانا بھی واضح ہوا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "حق تعالیٰ کے ماسوا کے لئے ذات و صفات و افعال عاریت کے طور پر ہیں" (یہ) قابلِ غور ہے کیونکہ ممکن کے لئے ذات نہیں ہے سب کے سب وجوہ و اعتبارات ہیں اور اگر ذات ہے تو عدم ہے جو کہ لاشئ ہے ممکن ذاتِ اقدس تعالیٰ کے مرتبہ سے بہت کم حصہ رکھتا ہے، بیشک صفات و افعال جو بمنزلہ اس کی ذات کے ہیں عاریتی ہیں، ہاں جائز ہے کہ کسی کامل عارف کو کامل فنا حاصل ہونے کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرمائیں کہ افرادِ عالم کا قیام اس ذات کے ساتھ ہو اور اس قسم کے عارف ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے بلکہ کئی قرنوں اور طویل زمانوں کے بعد کوئی ایک ظہور میں آتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حق ہر خیر کا منشا ہے اور ماسوائے حق ہر شر کا منشا ہے کیونکہ وہ معدومِ مطلق ہے اور معدومِ مطلق سے شر کے سوا اور کچھ صادر نہیں ہوتا" یہ بھی غور طلب ہے
۸۴ اس لئے کہ ممکنات تمام کے تمام عدماتِ مقیدہ ہیں معدومِ مطلق نہیں ہیں، ہاں عارفِ کامل اُن اعدام کے اصول کی طرف اپنے تعلقات کے بقدر اور کمالاتِ مقیدہ کے اطلاق کے ساتھ مل جانے کے مطابق اپنے عدمِ مقید کو پاتا ہے جو کہ اس کی ذات کے طور پر عدمِ مطلق اور نفیِ محض جو کہ غیر مقید ہے کے ساتھ ملحق ہے اور اعتبار اس میں ایک لحاظ سے ہے اس لئے کہ اس عدم کا تمام اعدام سے ممیز ہونا اس میں منتسبات کے

ظہور اور کمالات کے انعکاس کی وجہ سے تھا پس جب کمالات اپنے اصول کے ساتھ جا ملے تو عدمِ مقید کیلئے تمام اعلام سے امتیاز دینے والی کوئی چیز نہ رہی اور وہ عدمِ محض کے ساتھ مل گیا، صفاتِ ذمیمہ سے نکل جانے اور صفاتِ حمیدہ میں داخل ہونے کے جو واقعات آپ نے دیکھے اور لکھے تھے اور ایک دوسرے واقعہ میں جو آواز آپ نے سُنی تھی کہ میں تجھ سے جُدا نہیں ہوں اور تو مجھ سے جدا نہیں ہے، اس کی تعبیر یہی احوال ہیں جو کہ آپ نے لکھے ہیں اور دوسرا واقعہ کہ آپ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمارہے ہیں "تیرا شیخ (پیر) میرے ہمراہ کھانا کھاتا ہے" مبارک ہے اور چونکہ اس ناکارہ کے لئے بھی بشارت ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا شکر بجالایا۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق علیھم وعلیٰ اٰل کل الصلوات والتسلیمات والبرکات [اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے ہمیں اس چیز کی طرف ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات کے ساتھ آئے ہیں اُن سب پر اور اُن سب کی آل پر درود و تسلیمات و برکات ہوں]

مکتوب ۵۱

ایک پیرِ طریقت صالحہ خاتون کی طرف حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی بعض عاداتِ شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: **سوال**: اپنی زندگی میں قبر تیار کرالینا مسنون طریقہ ہے یا نہیں؟ **جواب**: یہ عمل حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات و خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے ہاں بعض سلف مثلاً (حضرت) عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ سے منقول ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرائی ہے اور علماء کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے بعض کراہت کے قائل ہیں اور بعض بلا کراہت جواز کے اور بعض مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

سوال: کھانا کھانے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عادتِ شریفہ کیا تھی؟ **جواب**: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بقدرِ ضرورت اور اسقدر کہ جس سے بدن قائم رہے ص۹۹
تناول فرماتے تھے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی شکم سیر نہیں ہوئے اور آنحضرت